بسم اللہ الرحمن الرحیم
تفسیر
جواہر القرآن
از افادات حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ
مرتبہ
شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ
کتب خانہ رشیدیہ
مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

القرآن الحکیم
مع تفسیر
جواہر القرآن
افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ
ترجمہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی
ترمیم، اضافہ
مرتبہ
شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب
فوائد موضح قرآن . مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی رح
فوائد فتح الرحمٰن از مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راولپنڈی
جملہ حقوق محفوظ ہیں

فہرست مضامین مقدمہ تفسیر جواہر القرآن

فہرست مضامین تفسیر جواہر القرآن جلد اوّل

تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰه وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ کا علم و تقویٰ، کتاب و سُنّت سے عشق، اشاعت توحید میں انہماک اور راہِ حق میں مقاساتِ شدائد اور آپ کے دیگر محاسنِ اخلاق عُلماء اور عوام سے پوشیدہ نہیں۔ یہ آپ کے انتہائی اخلاص اور للّٰہیت کی برکت تھی کہ آپ نے اللہ کی توفیق سے جنگل میں ڈیرہ لگا کر ساٹھ برس تک توحید و سُنّت اور علوم دین کی محض لوجہ اللہ اشاعت کی اور عمر بھر کسی سے ایک پائی کا سوال نہ کیا۔ اپنے ہاتھ کی محنت (کھیتی باڑی) سے کماتے، خود کھاتے، اہل و عیال کی کفالت کرتے اور طلبہ کو کھلاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مردِ قلندر اور درویشِ بادیہ نشین سے دین کا وہ کام لیا جو کسی خانقاہ کے سربراہ اور کسی دار العلوم کے مسند نشین سے بھی نہ ہو سکا۔ الا ماشاء اللہ۔

جس زمانے میں آپ نے میانوالی کے ریگستان میں تدریس و تبلیغ کا آغاز کیا اس وقت مسئلہ توحید کو کھول کر بیان کرنا آگ سے کھیلنے کے مرادف تھا چنانچہ مسئلہ توحید کی واضح تبلیغ و اشاعت کی پاداش میں آپ کو جاں گداز مصائب اور ہمت شکن شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ اپنے آبائی گاؤں سے ہجرت کرنے پر مجبور کئے گئے اور اپنی آبائی زمین کے کچھ حصّے سے بھی محروم ہونا پڑا مگر اس کے باوجود اس کوہِ استقامت کے پائے ثبات کو ذرا جنبش نہ ہوئی اور اپنے آبائی گاؤں واں بھچراں سے چار میل دُور اپنی زمینوں میں فروکش ہوئے اور وہیں چشمۂ فیض جاری کر دیا۔

مسئلہ توحید کے بیان میں آپ کسی ایچ پیچ یا مداہنت کے ہرگز روادار نہ تھے اور شرک و بدعت کے خلاف سیفِ عریاں تھے۔ اس دور میں پنجاب کے پیروں، سجادہ نشینوں اور پیٹ کے پوجاری واعظوں نے عوام کو توحید و سُنّت سے کوسوں دُور کر دیا تھا۔ شرک و بدعت کو دین کا درجہ دے رکھا تھا۔ اس ماحول میں مسئلہ توحید کو واضح اور شرک و بدعت کو عُریاں کئے بغیر عوام کی آنکھیں کھولنا ناممکن تھا۔ اسوقت صحیح العقیدہ علماء کی کوئی کمی نہ تھی مگر شرک و بدعت کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت کسی میں نہ تھی۔ یہ سعادت حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ و نور مرقدہٗ کے لئے مقدر تھی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ مسئلہ توحید کے ہر پہلو کو کتاب و سنّت کے نصوص سے خوب واضح کر کے بیان فرماتے اور اعمالِ شرک و بدعت کی واضح نشاندہی کرتے تاکہ توحید و شرک اور سُنّت و بدعت کے سمجھنے اور پہچاننے میں کسی کو کوئی اشتباہ نہ رہے۔ مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کو آپ صاف صاف مشرک کہتے تھے۔ حضرت شیخ (برد اللہ ضریحہ) کے اس رویّے کو کوتاہ بینوں نے شدّت وحدّت کا نام دے کر مُفت کی رسوائی مول لی ہے ان لوگوں کا اپنا حال یہ ہے کہ اشاعت توحید و سُنّت اور شرک و بدعت میں ان کا انداز تبلیغ ہے۔ "لوگو! توحید و سُنّت پر قائم رہو اور شرک و بدعت سے بچو" اب بتائیے ایسے مجمل جملوں سے کیا ہو گا جب تک توحید و سنّت کی پوری توضیح و تشریح نہ کی جائے اور اعمال شرک و بدعت کی تعیین و تشخیص نہ کی جائے۔ اس وقت تک نہ تو حق تبلیغ ادا ہو سکتا ہے اور نہ عوام شرک و بدعت سے بچ سکتے ہیں۔ حضرت شیخ (روح اللہ روحہ) کے انداز تبلیغ کو ہدفِ طعن و طنز بنانے والے بیچارے خود اس مسئلہ کی اہمیّت سے واقف نہیں اور ان میں سے بہت سے حضرات نے اس مسئلہ کو کما حقہٗ سمجھا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات منبروں پر جلوہ افروز ہو کر ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔

یہ مسائل (مسئلہ علم غیب وغیرہ) فروعی ہیں، ان میں عوام کو نہ الجھاؤ۔" وغیرہ وغیرہ
جھوٹ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ راقم الحروف نے راولپنڈی کے ایک جلسۂ عام میں اپنے کانوں سے ایک "مولینا" کو سرِ منبر ارشاد فرماتے سُنا "توحید کے قائل تو مشرکینِ مکّہ بھی تھے انہیں حضور علیہ السلام سے جو اختلاف تھا وہ صرف رسالت میں تھا۔" اناللہ وانا الیہ راجعون۔
جو "علماء" منبروں پر ایسی جراءت و بیباکی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان بیچاروں نے قرآن کبھی پڑھا ہی نہیں اور اگر کبھی پڑھا ہے تو اسے سمجھا ہی نہیں۔ بیچارے ان "علماء" کا تفسیرِ قرآن کے بارے میں مبلغ علم صرف تفسیر جلالین ہے یا زیادہ سے زیادہ تفسیر بیضاوی کا تھوڑا سا حصہ (صرف سورۂ بقرہ) کتنے مدارسِ دینیہ ہیں جن میں باقاعدہ قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے؟ اب یہ بیچارے قرآنِ مجید کو کیا سمجھیں گے اور مسئلہ توحید کو کیا سمجھیں گے جن کی توضیح کے لئے قرآن نازل ہوا۔
حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تو اوڑھنا بچھونا ہی قرآن تھا۔ حضرت مولینا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولینا محمد مظہر نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ ایسے باخدا اور عمیق النظر علماء سے آپ نے قرآن سبقاً سبقاً پڑھا اور بلا مبالغہ سینکڑوں دفعہ جیّد علماء کو پڑھایا۔ آپ قرآن مجید کے اسرار و معانی اور معارف و مبانی سے بخوبی آگاہ تھے۔ مسئلہ توحید اور اتباعِ سنّت کو قرآن نے جو اہمیّت دی ہے اسے آپ اچھی طرح جانتے تھے اور قرآنِ مجید نے تبلیغ و ارشاد کے جو طریقے تعلیم دیئے ہیں ان کو بھی آپ سمجھے ہوئے تھے۔ قرآن فہمی ہی نے ان کے اندر تبلیغ توحید کا یہ شغف پیدا کیا تھا۔ حضرت مولینا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا تھا۔ [1]

"حضرت مولینا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بلند پایہ انسان تھے وہ فنا فی التوحید تھے اور قرآنِ مجید کی حرکات وسکنات سے بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ثابت کرتے تھے۔"

حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ قدس سرّہ کے علم وفضل اور فہمِ قرآن سے نہ صرف بخوبی آگاہ تھے بلکہ برملا اس کا اعتراف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولینا عبید اللہ انور جانشین حضرت شیخ التفسیر ایک دفعہ مری جاتے ہوئے دار العلوم راولپنڈی میں تھوڑی دیر کے لئے فروکش ہوئے۔ آپ نے فرمایا حضرت والد صاحب نے ایک دفعہ فرمایا تھا:-
"انجمن خدام الدین کے جلسوں میں میں دیگر علماء کرام کو اس لئے بلاتا ہوں تاکہ عوام ان سے مستفید ہوں لیکن حضرت مولینا سیّد محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور مولانا حسین علیؒ کو اس لئے بلاتا ہوں تاکہ علماء کرام ان سے استفادہ کریں۔"
حضرت مولینا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ خداداد فہم وفراست سے قرآنِ مجید کو جس طرح سمجھتے تھے بلاخوف ملامت اسے اسی طرح بیان کرتے تھے اور ان طاعنین نے اوّل تو کچھ سمجھا ہی نہیں اور اگر کچھ سمجھا ہے تو مصلحت بینی اور موقع شناسی کے چکر میں بیان کرنے کی ہمت و جراءت نہیں اور طعن اس پر ہے جس نے قرآن پڑھا اور بار بار پڑھا اس کو سمجھا اس کے اسرار و رموز کو پایا اور محض لوجہ اللہ ہزاروں کو پڑھایا اور لاکھوں کو سمجھایا۔ اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى
قرآن مجید نے مسئلہ توحید کو ہر پہلو سے واضح اور روشن کرکے بیان کیا ہے اور حاملین قرآن سے بھی قرآن کا یہی مطالبہ ہے کہ وہ مسئلہ توحید کو اسی انداز میں بیان کریں اور اس کے بیان میں اجمال وابہام سے کام نہ لیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ — پس آشکارا کر جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اور منہ پھیر مشرکوں سے (پ۱۴ سورہ حجر ع۶)

دُوسری جگہ ارشاد ہے:-
وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (پ۲۹ سورہ نون ع۱) — وہ چاہتے ہیں کاش تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔

[1] بروایت مولانا محمد امیر ساکن میانوالی۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے :-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ (پ۲۱ احزاب ع۱)

اے نبی! ڈرا کر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا۔

اس طرح کی اور بہت سی قرآنی تصریحات کا منشا یہی ہے کہ مسئلہ توحید کے بیان میں کسی اجمال و ابہام لچک اور نرمی کو روا نہ رکھا جائے۔ جو شخص ان نصوص قرآنیہ کے پیش نظر مسئلہ توحید کے بیان کرنے میں کسی مبہم اور نرم پالیسی کا روا دار نہ ہو۔ اس پر شدت کا الزام دھرنا انصاف سے بعید ہے۔ باقی رہا مشرکانہ عقائد کے حاملین کو کافر و مشرک کہنا تو اس میں بھی وہ متفرد نہ تھے بلکہ تمام علماءِ حق کا یہی مسلک ہے۔ بطور نمونہ قریب العہد علماء کے چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فوائد موضح قرآن میں آیت وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ (پ۲ بقرہ ع۲۷) پر تحریر فرماتے ہیں :-

"پہلے مسلمان اور کافر میں ناتا جاری تھا اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے مثلاً کسی اور کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے کر سکتا ہے یا ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے اس کو مختار جان کر۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ اپنے رسالہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں :-

"نداء غیر اگر حاضر و علم غیب جان کر کرے گا تو شرک ہوگا۔"

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے :-

"حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علم غیب نہ تھا نہ کبھی اس کا دعویٰ کیا اور کلام اللہ شریف اور بہت سی احادیث موجود ہیں کہ آپ عالم الغیب نہ تھے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص۱۰)

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص۷ پر ہے۔

"پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔"

اس فتوے پر حضرت گنگوہی کے علاوہ حضرت مولینا محمد یعقوب نانوتوی اور حضرت مولینا مفتی عزیز الرحمٰن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند اور دیگر کئی علماءِ کرام کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں۔

اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم کے ص۳۶ پر ہے۔

"جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک کافر ہے۔"

س فتوے پر حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن حضرت گنگوہی حضرت شیخ الہند اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے علاوہ متعدد علماء کی تصدیقات ثبت ہیں۔

اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

"بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جاوے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کر دیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے اور ان سے تقرب کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جہال کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور وہ ذبیحہ بالکل حرام ہے اگرچہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیا جاوے" وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (فتاویٰ امدادیہ جلد ۴ ص۸۵)

حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند کا فتویٰ :-

"حدیث شریف میں ہے واذا استعنت فاستعن باللہ اور سورۂ فاتحہ میں خود ارشاد ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور فرمایا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ پس اولیاء سے مرادیں مانگنا اور ان کو متصرف جاننا سب دام شیطان ہے اور بدعت ہے اور شرک ہے۔" (فتاویٰ دار العلوم ج ا صفحہ ۶۹)

ہمارے شیوخ و علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے بہت سے فتاویٰ موجود ہیں جن کا یہاں استقصاء مقصود نہیں ان چند حوالوں سے صرف یہ بتانا مطلوب ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسلک میں متفرد نہیں بلکہ اپنے شیوخ اور علماء حق کے مسلک ہی پر گامزن ہیں جو لوگ اسکو حضرت شیخ رح کا تفرد اور تشدد قرار دیتے ہیں وہ اول تو اس بنیادی مسئلے کی اہمیت و حقیقت ہی سے ناواقف ہیں، دوم وہ غلط پروپیگنڈے کا شکار ہیں اور اپنے بزرگوں کی کتابیں دیکھنے کی انہوں نے زحمت ہی نہیں اٹھائی۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے فہم فی القرآن، تفسیری فوائد و نکات اور مسئلہ توحید میں استغراق کو علماء حق نے بنظر استحسان دیکھا ہے جیسا کہ حضرت لاہوری رح کے ارشادات گذر چکے ہیں

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رح نے مقدمہ جواہر القرآن مرتبہ حضرت مولانا غلام اللہ خان کا مطالعہ کرنے کے بعد مولانا کو حسب ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

دوران سفر میں آپکی کتاب جواہر القرآن[1] پڑھی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک پر فکر و فہم کی بڑی دولت پائی تھی اور آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ اُن سے متمتّع ہوئے اختلاف و اتفاق تو الگ چیز ہے مگر قرآن پاک کے مضامین کو جس طرح انہوں نے سمجھا ہے وہ ہندوستان میں عزیز الوجود ہے مسئلہ توحید میں ان کا انہماک و استغراق صوفیانہ اصطلاح میں ان کی کیفیت ایمانی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی رُوح پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔" (مقدمہ تفسیر جواہر القرآن صفحہ ب)

حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوری شارح سنن ترمذی اور شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی حضرت محدث کشمیری قدس سرہٗ کی کتاب مشکلات القرآن کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں۔

وفی اثناء ذالک تتابعت تراجم القرآن وفوائد التفسیریۃ بعضھا صحیحۃ من اھل الحق کتقریرات ترجمۃ القرآن افادھا العالم العارف مولانا الشیخ حسین علی الفنجابی طال بقائہ من تلامذۃ قطب العصر مولانا المحدث الی مسعود رشید احمد گنگوھی الدیوبندی المتوفی ۱۳۲۳ھ (تتمۃ البیان لمشکلات القرآن صفحہ ۲۹)

۱۹۴۵ء میں سہارنپور میں منعقد ہونیوالی جمعیۃ علماء ہند کانفرنس سینکڑوں اکابر علماء کی موجودگی میں حضرت مولٰینا حسین احمد مدنی رح کی طرف سے حضرت مولٰینا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رح نے حضرت شیخ قدس سرہ کی وفات پر حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

"جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس حضرت مولانا حسین علی صاحب میانوالی جو توحید کے بیان میں سیف عریاں اور تمام مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف جبل الاستقامۃ اور اعلاء کلمۃ الحق میں لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کی شان کے حامل تھے ... کے سانحۂ ارتحال کو ملت کا نقصان عظیم خیال کرتے ہوئے دلی حزن و ملال کا اظہار کرتا ہے" (مختصر رپورٹ اجلاس مذکور صفحہ ۱۳ مطبوعہ دہلی)

مولانا منظور نعمانی فرماتے ہیں :-

"اور ۱۳۵۵ھ میں قضا و قدر نے ایک عجیب اتفاق سے مجھے دو تین دن کے لئے خدمت بابرکت میں پہنچا دیا اخلاص توحید اور اس کی دعوت و تبلیغ کے ساتھ اتنا شغف، شرک و شوائب شرک سے اتنی بیزاری بلکہ ایسی عداوت، اور اتباع سنت کے ساتھ اس قدر اہتمام مجھے کہیں اور دیکھنا یاد نہیں۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا اب اس کو یاد کرکے صرف حسرت ہی ہوتی ہے مجھے خود تو ان چیزوں کی معرفت سے بہرہ نہیں لیکن بعض واقفین سے سنا تھا کہ اس زمانہ میں اس ملک میں مجددی طریق سلوک کے وہ سب سے بڑے صاحب ارشاد شیخ اور ان دیار میں مجددی نسبت کے واحد حامل و امین تھے۔" (ماہنامہ الفرقان بریلی جلد ۸ شمارہ ۱۰ بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۶۰ھ)

[1] مراد مقدمہ تفسیر جواہر القرآن سے ہے ۔ سجاد بخاری

مولانا محمد زکریا محدث سہارنپوری لامع الدراری کے مقدمہ میں بحوالہ نبراس الساری مؤلفہ مولانا عبدالعزیز گوجرانوالوی رقمطراز ہیں :-

عثر علیہ ای علی کتابہ النبراس من اقامہ اللّٰہ مقام الارشاد وھدے الامۃ بہ سبیل الرشاد اعنی شیخ الطریقۃ العلیۃ ذا المقامات الرفیعۃ صاحب النکت البدیعۃ فی علوم القرآن والسنۃ السنیۃ عدتی آخرتی وسیلۃ مغفرتی شیخی ومطاعی مولانا المولوی حسین علی الخ (صفحہ ۱۵۱)

اس کے بعد خود مولانا محمد زکریا فرماتے ہیں :-

قلت وکان الشیخ من اشد الناس فی رد البدعات حتی یکفر غلاۃ اھل البدعۃ الخ" (ایضاً)

ہمارے شیخ حضرت مولٰینا حسین علی رحمہ اللہ تعالٰی ایک بلند پایہ مفسر قرآن صاحب بصیرت محدث، عمیق النظر فقیہہ، شیدائے کتاب و سنت، فنا فی التوحید اور شرک و بدعت کے لئے سیف عریاں ہونے کے علاوہ عارف کامل اور تمام سلاسل تصوف میں صاحب ارشاد بھی تھے قدوۃ المحدثین حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رح سے جب آپ کے شاگرد اور داماد مولانا سید احمد رضا بجنوری نے کسی بزرگ سے بیعت ہونے کا مشورہ لیا تو حضرت شاہ صاحب نے حضرت مولانا حسین علی رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہونے کا مشورہ دیا جیسا کہ بجنوری صاحب نے مقدمہ انوار الباری جلد دوم میں اس کا ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رح فرمایا کرتے تھے۔

"اس وقت پنجاب میں صرف ایک ہی ولی کامل ہے اور وہ مولانا حسین علی ہیں لیکن افسوس لوگوں نے انکو "وہابی" مشہور کر دیا اور ان کے فیض سے محروم ہو گئے")

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالٰی کا علمی اور عملی پایہ علماء حق کے نزدیک مسلم تھا۔

آئندہ صفحات میں تفسیر "جواہر القرآن" کے نام سے قرآنی معارف اور تفسیری فوائد کا جو بیش بہا خزینہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے وہ قدوۃ السالکین، رئیس المفسرین حضرت الشیخ مولانا حسین علی قدس سرہٗ المتوفی ۱۳۶۳ھ کے تفسیری نکات پر مشتمل ہے جن کی ترتیب و تدوین کا کام حضرت کے تلمیذ خاص شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے احقر الانام کے ذمہ لگایا اور قدم قدم پر راہنمائی فرماتے رہے اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کے تفسیری فوائد اور قرآنی معارف سے خاص طور پر احقر کو آگاہ فرماتے رہے۔ حضرت شیخ القرآن سالہا سال تک حضرت اقدس رح کی خدمت میں رہے اور ان کے طرز خاص کے مطابق ان سے قرآنی علوم و معارف کی تحصیل فرمائی اور کم و بیش ۴۰ سال سے اپنے شیخ رح کے طرز پر قرآن حکیم کا درس دے رہے ہیں اس وقت تک پاک و ہند کے علاوہ برما، ملایا، انڈونیشیا، افریقہ، افغانستان، ایران وغیرہ ملکوں کے ہزاروں علماء ان کے درس سے مستفیض ہو چکے ہیں اور اپنی اپنی جگہ اسی طرز پر قرآن کی تدریس میں مصروف ہیں

حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالٰی علم قرآن میں صرف تین واسطوں ـــــ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رح متوفی ۱۳۰۲ھ حضرت مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۶۲ھ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۹ھ ـــــ سے حضرت امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ کے شاگرد ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح اپنے زمانے میں منفرد طرز تحقیق کے مالک اور علوم اسلامیہ میں امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے حضرت شاہ صاحب رح کے قرآنی علوم و معارف حضرت مولانا حسین علی صاحب رح کو اپنے شیوخ کی وساطت سے وراثت میں ملے اس کے ساتھ انہوں نے اپنے فطری فہم و فراست اور خداداد بصیرت سے کام لیا۔ اکل حلال اور صدق مقال کو اپنا شعار بنایا، سرّ و علانیہ اور ظاہر و باطن میں اتباع شریعت اور تقوٰی کو اختیار کیا تو اللہ تعالٰی نے ان پر قرآنی اسرار و رموز کی مزید راہیں کھول دیں اور قرآن فہمی میں ان کو ایسی بصیرت اور ایسا ملکہ عطا فرمایا جو ان کے کسی معاصر کو حاصل نہیں تھا۔ بلاشبہ حضرت مولانا حسین علی رح اپنے زمانے میں قرآنی علوم کے امام تھے اور اللہ تعالٰی نے قرآن کی معنوی تحریف کے اس دور میں ان کو محض قرآن کی خدمت اور حمایت کے لئے پیدا فرمایا۔ حضرت مولانا کے انداز تفسیر کو کما حقہٗ سمجھنے کے لئے ان کی تفسیر کے مسلسل اور گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے نمونہ اور رہنمائی کے طور پر چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں جن کا وہ تفسیر میں خاص خیال فرماتے تھے۔

۱۔ ہر سورت کا ایک دعوےٰ یعنی اس کا محور اور مرکزی موضوع ہوتا ہے جو اس میں ایک بار یا کئی بار پوری صراحت سے مذکور ہوتا ہے اور سورت کی باقی تمام آیتیں بلا واسطہ یا بالواسطہ اسی کے گرد گھومتی اور کسی نہ کسی طرز سے اس کے ساتھ متعلق ہوتی ہیں مثلاً بعض آیتوں میں مرکزی دعوےٰ کے دلائل ——— دلائل عقلیہ یا دلائل نقلیہ ——— مذکور ہوں گے۔ بعض آیتوں میں مرکزی موضوع پر تنویر ہوگی۔ کہیں اصل دعوےٰ کے مختلف پہلوؤں کو واضح کرنے کے لئے اس کا اعادہ ہوگا سورۂ بقرہ میں دعوےٰ توحید کا تین بار اعادہ کیا گیا ہے۔ پہلی جگہ شرک فی الدعاء۔ دوسری جگہ شرک فعلی اور تیسری جگہ شفاعت قہریہ کی نفی مقصود ہے ——— بعض آیتوں میں اصل دعوےٰ کو ماننے والوں کے لئے دنیوی اور اُخروی بشارت اور نہ ماننے والوں کیلئے دنیوی اور اُخروی تخویف کا ذکر ہوگا وغیر ذالک

۲۔ سورتوں کی ترتیب اتفاقی یا اجتہادی نہیں بلکہ توقیفی ہے اور ہر سورت اپنے ماقبل اور مابعد کے ساتھ باقاعدہ مرتبط ہے اسی طرح ہر سورت کی آیتیں بھی سلسلہ نظم و ربط میں منسلک ہیں۔

۳۔ آیت کا وہی مفہوم راجح ہوگا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہو اور آیت کے ماقبل اور مابعد سے مناسبت رکھتا ہو وہ نہ اسلام کے مسلمہ اصولوں کے خلاف ہو، نہ قواعد عربیت کے۔

۴۔ حتی المقدور آیت کا ایسا مطلب بیان کیا جائے جس میں حذف و تقدیر کی ضرورت ہی پیش نہ آئے یا کم از کم اس کا ارتکاب کرنا پڑے۔ مثلاً لفظ "اِذْ" کا متعلق عام طور پر ہر جگہ "اذکر" مقدر مانا جاتا ہے مگر حضرت شیخ قدس سرہ اِذْ کے بعد کسی مناسب فعل مذکور کو اس کا عامل قرار دیتے ہیں کیونکہ ظروف کا اپنے عوامل پر تقدم جائز ہے۔

۵۔ حتی الوسع آیت کا ایسا مفہوم بیان کیا جائے جس پر سرے سے کوئی خارجی اعتراض اور شبہ وارد ہی نہ ہو اور تکلف جواب کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں الف لام کو عام طور پر استغراق کے معنوں میں لیا جاتا ہے پھر اس پر سوال وجواب کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو علماء اور طلباء میں معروف ہے مثلاً ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں تو پھر غیر خدا کی کیوں تعریف کی جاتی ہے حالانکہ غیر خدا کی تعریفیں خود قرآن میں مذکور ہیں پھر اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ غیر خدا کی تعریف بھی دراصل خداوند تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ مخلوق کی تمام خوبیوں کا سرچشمہ اور عطا کنندہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اسلئے کسی خوبی کیوجہ سے مخلوق کی جو تعریف ہوگی وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوگی

لیکن حضرت شیخ رح الف لام کو اس کے حقیقی مفہوم یعنی عہد پر محمول فرماتے ہیں اور حمد سے اللہ تعالیٰ کی صفات الوہیت مراد لیتے ہیں۔ اب الحمد للہ کا مطلب یہ ہوگا "صفات الوہیت یعنی وہ خوبیاں اور صفتیں جو کسی ذات کے الٰہ حق اور معبود برحق ہونے کے لئے ضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس کے سوا کسی دوسری ہستی میں نہیں پائی جاتیں۔" اس مفہوم پر سوال مذکور اور اسی نوع کے دوسرے سوالات وارد نہیں ہوتے۔

اسی طرح اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) میں استعانت کو عموم پر محمول کرنے سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم دن رات مشاہدہ کر رہے ہیں کہ ہر آدمی اپنے چھوٹے بڑے کاموں میں دوسروں سے استعانت کرتا اور مدد مانگتا ہے اور یہ باہمی استعانت نہ صرف جائز بلکہ ناگزیر ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (پ ۶: مائدہ ع ۱) اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔" لہٰذا استعانت اپنے عموم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص نہ رہی۔ اس سوال کا جو جواب دیا جاتا ہے وہ معروف ہے اس لئے حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ استعانت کو یہاں عموم پر محمول نہیں فرماتے بلکہ استعانت سے صرف انہی امور میں استعانت مراد لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص اور اسباب عادیہ سے ماوراء ہیں۔ مثلاً اولاد عطا کرنا، روزی دینا، بارش برسانا، بیماری سے شفا دینا، مشکلیں آسان کرنا، مصیبتیں دور کرنا وغیرہ۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں غیر اللہ سے استعانت کی نفی کی گئی ہے وہ انہی مافوق الاسباب امور سے مختص ہے جو انسانی قدرت اور طاقت سے باہر ہیں۔ جو امور اسباب عادیہ کے تحت ہیں ان میں باہمی استعانت و تعاون ممنوع

ہے نہ آیا کے قسمتین سے اس کی نفی مقصود ہے۔

۶۔ بعض مفسرین نے نسخ کا وسیع مفہوم سامنے رکھ کر کئی سو آیتوں کو منسوخ قرار دیدیا لیکن نسخ کے خاص مفہوم "۔ آیت کی تلاوت باقی رہے اور اس کا حکم اٹھ جائے"۔۔۔۔۔۔ کے پیش نظر علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے صرف بیس آیتوں کو منسوخ مانا ہے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بیس میں سے صرف پانچ کو منسوخ قرار دیا ہے اور پندرہ کی ایسی توجیہیں فرمادی ہیں کہ وہ منسوخ نہیں رہتیں لیکن حضرت الشیخ مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ پانچ آیتیں بھی محکم ہیں منسوخ نہیں ہیں اور آپ نے ان آیتوں کی اپنے اپنے موقع پر نہایت عمدہ توجیہہ فرمادی ہے۔

تفسیر جواہر القرآن کی ترتیب میں مذکورہ بالا امور کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور حتی الوسع حضرت شیخ رحمہ اللہ کے افادات کو کما حقہ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے مزید برآں بطور تائید عربی تفسیروں کے اصل حوالے بھی ساتھ شامل کر دیئے گئے ہیں حضرت شیخ کے افادات کو تفسیر میں بالتفصیل بیان کرنے کے علاوہ ایک علیحدہ کالم میں اختصار کے ساتھ بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ سے چونکہ ہر آیت کی تفسیر منقول نہیں تھی اسلئے اکثر متداول تفسیروں سے استفادہ کیا گیا ہے تاکہ کتاب ایک مکمل اور مستند تفسیر کی صورت میں اہل علم کی خدمت میں پیش کی جا سکے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ انت السمیع العلیم وما توفیقی اِلَّا بِاللّٰہِ علیہ توکلتُ والیہِ انیب

احقر ابو احمد سجّاد بخاری

لیلۃ الجمعۃ، ۱۴ محرّم الحرام ۱۳۹۹ھ

تقریظاتِ مشاہیرِ علماءِ اسلام و آراءِ مشائخِ عظام

(۱) مؤرخ اسلام حضرت علّامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

راستہ میں آپ کی کتاب جواہر القرآن[۱] پڑھی۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ کے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ پاک پر فکر و فہم کی بڑی دولت پائی تھی۔ اور آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ ان سے متمتع ہوئے۔ اختلاف و اتفاق تو الگ چیز ہے مگر قرآنِ پاک کے مضامین کو جس طرح انہوں نے سمجھا ہے وہ ہندوستان میں عزیز الوجود ہے بمسئلہ توحید میں ان کا انہماک و استغراق صوفیانہ اصطلاح میں ان کی کیفیتِ ایمانی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کی روح پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔

---

[۱] اس سے تفسیر جواہر القرآن کا مقدمہ مراد ہے جو پہلے کئی بار علیحدہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے (س۔ب)

(۲) تقریظ رئیس المحدثین، یادگارِ سلف، شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی

خلیفہ ماذون رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علی سیدنا محمد خیر خلقہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ اما بعد فیقول المسکین نصیر الدین الغورغشتوی، انی نظرت فی ہذا التفسیر وکررت النظر والمطالعۃ فوجدتہ بحمد اللہ ومنّہ نافعاً مفیداً للناس۔ مبارکا۔ وانی اسأل اللہ تبارک وتعالیٰ ان ینفع بہ المسلمین ویعصم عن شر المبطلین والحاسدین۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(شیخ الحدیث مولانا) نصیر الدین غورغشتی

(۳) تقریظ سحابِ مدرار، بحرِ ذخار استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد ولی اللہ صاحب میانوال

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب کی مرتب کردہ تفسیر قرآنِ حکیم کو میں نے بعض مقامات سے بغور دیکھا۔ الحمد للہ کہ اقتضائے زمانہ کے مطابق تشریح وتوضیح بزبانِ اردو نہایت سادہ، عام فہم اور بہت محققانہ ہے۔ میں نے کوئی چیز اس میں خلافِ مسلکِ اہل حق نہیں پائی۔ مولانا موصوف کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو فوزِ دارین نصیب فرمائے اور اپنے لقاء اور رضوان کے اعلیٰ درجات سے مالامال کرے اور اہلِ اسلام کو اس کے پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ ولی التوفیق وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

وانا العبد العاجز ولی اللہ عفا اللہ عنہ میانوال، ضلع گجرات

(۴) تقریظ محدث خبیر فقیہ بصیر حضرت مولانا ظفر احمد صاحب، عثمانی

شیخ الحدیث دار العلوم ٹنڈو الہ یار

بعد الحمد والصلوٰۃ بندہ نے القرآن الحکیم مع جواہر القرآن از مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وترجمہ حضرت شیخ العالم مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ وفوائد موضح القرآن از حضرت ترجمان القرآن مولانا شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی و فوائد فتح الرحمٰن از مجدد ومحدث الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ نمونہ کا مطالعہ کیا جو ص۲۸ تک میرے پاس آیا تھا، ماشاء اللہ فہم قرآن کے لئے اردو میں یہ قرآن مترجم ومحشّٰی بہت معین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مکرمی مولانا غلام اللہ خانصاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے یہ عمدہ مجموعہ مرتب فرما کر شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو مقبول اور مسلمانوں کو اس سے منتفع فرمائیں۔ والسلام۔

ظفر احمد عثمانی عفی عنہ از دار العلوم، ٹنڈو الہ یار

(۵) تقریظ جامع علوم نقلیہ وماہر فنون عقلیہ، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا رسول خان صاحب

شیخ الحدیث، جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن، لاہور

حضرت مولانا العلام ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ ومحقق احکام شرعیہ اصولیہ وفرعیہ ورافع لواء السنۃ وقالع رایات البدعۃ موصوف بہمہ صفات الحاج مولانا غلام اللہ خان کی تفسیر جواہر القرآن ولآلی الفرقان پارہ اول کے بعض مقامات نظر سے گذرے ہیں۔ تفسیر میں بحمد اللہ مقاصد قرآن کریم باحسن الطرق بیان کئے گئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے اور تفسیر کو ہدیً للناس کا مصداق بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد رسول خان عفی اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن، لاہور

(۶) تقریظ جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب بہبودی

خلیفۂ مجاز حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی و سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد۔ احقر نے اس کلام مجید کو اور حواشی و ترجمہ کو مختلف مقامات سے دیکھنے کا شرف حاصل کیا حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب جو ایک مشہور عالم اور تفسیر سے کافی شغف رکھتے ہیں، انہوں نے کافی عرق ریزی اور کوشش سے اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب رحؒ کے ارشادات کو مرتب کرکے عام مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ ماشاء اللہ تعالےٰ یہ بہترین ذخیرہ ہے۔ کلام اللہ سمجھنے کے لئے اس میں اسہل و راخصر طریق ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کی اشاعت کرنے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی کوشش کو قبول فرمائے۔ میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ اتنے بڑے بڑے بزرگان دین اور حضرات مشائخ عظام کے ارشادات کے متعلق کچھ عرض کرسکوں مگر بعض حضرات کے اصرار پر دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ قرآن کے فہم کے لئے بہترین ذخیرہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکی برکت سے مجھ ناکارہ کو اور جملہ ناظرین و سامعین و تالین کو صلاح و سعادت دارین عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ فقط

(شیخ الحدیث مولانا) احقر العباد بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ کیمبلپوری (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
وسابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور)

(۷) تقریظ خطیبِ اسلام حامیِ سنت ماحیِ بدعت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری

خطیب جامع کالری گجرات۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد۔ تفسیر جواہر القرآن مع مقدمہ کا مطالعہ نصیب ہوا۔ الحمد للہ مطالب و معانی اور ربط السور والآیات میں بے نظیر پایا۔ پاک و ہند میں قدیم و جدید تعلیمیافتہ طبقات (خصوصًا طلبائے کرام و علمائے عظام) کے لئے انشاء اللہ العزیز بہت مفید اور نادر الوجود تحفہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالےٰ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانصاحب کو اہلِ اسلام کی طرف سے جزاءِ احسن عطا فرمائے جنہوں نے سلطان العارفین رئیس المفسرین سند الفقہاء والمحدثین شیخنا و مرشدنا حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خلفاً عن سلفٍ امانتِ قرآنی کو باحسنِ طریق تالیف و طبع کراکے تمام علمی حلقوں تک پہنچا دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کے لئے اس نعمتِ عظمیٰ اور خدمتِ حسنیٰ کو دارین میں باعثِ فلاح و فوز اور ذریعۂ نجات بنائے۔ جن حضرات نے اس تفسیر بے نظیر میں کسی قسم کی للہ خدمت اور اعانت فرمائی ہے اللہ تعالےٰ محض اپنی قدرتِ کاملہ اور فضل و رحمت سے ان سب کو دونوں جہان میں اجرِ جزیل اور ذخرِ جمیل عنایت فرمائے۔ ویرحم اللہ عبدًا قال اٰمینا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

عنایت اللہ بخاری عفی عنہٗ مسجد جامع، گجرات

(۸) تقریظ مفسر قرآن، شارح حدیث، شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب، گوجرانوالہ

سابق مدرس، دار العلوم، دیوبند

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحب کی تفسیر کے متعلق احقر کی ناقص رائے یہ ہے کہ ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب — گر دلیلے بایدت ازوے رومتاب

جب اس تفسیر بے نظیر کی طرف کوئی صاحب مراجعت کریں تو انہیں یہ خوشخبری دینا برمحل ہے کہ بحمد اللہ علی الخبیر سقطت ف

من البصیر استفدت۔ تفسیر کیا ہے، شیدایانِ توحید اور مشتاقانِ علوم کلام مجید کے لئے جواہرِ مخزونہ اور لآلی منظومہ جس میں لآ الٰہ اِلّا اللہ کے معنی کو اصلی اور صحیح تقاضا کے مطابق سمجھایا گیا۔ فاغتنمہ فانہٗ اجدٰی من تفاریق العصٰی ولا بطال سحر الساحرین مثل عصٰی موسٰی فجزاہ اللہ تعالٰی مؤلفہ عنی وعن سائر المسلمین احسن الجزآء واجمل العطآء واللہ الموفق

احقر شمس الدین ناظم و مدرس جامعہ صدیقیہ، گوجرانوالہ

(۹) تقریظ حضرت علامہ مولانا غلام مصطفٰے صاحب۔ ساکن مرجان۔ ضلع کیمبلپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اما بعد۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ نزول قرآن سے پہلے بیدینی اور کفر و شرک اپنی انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی دنیا میں کفر و الحاد، اور شرک و بدعت کا زور ہو جاتے اس وقت قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ ہر طرف الحاد، مادہ پرستی اور شرک و بدعت کی گھٹائیں چھا رہی ہیں اس لئے اب مسلمانوں کو ان کی لپیٹ سے بچانے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جائے اور اس کے مضامین کو عوام و خواص کیلئے قریب الفہم بنایا جائے۔ الحمد للہ تفسیر جواہر القرآن جس میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری فوائد و نکات جمع فرمائے ہیں اس میں وہ تمام چیزیں آگئی ہیں جن کا جاننا قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ تعالٰے اس سے عوام و خواص کو مستفیض ہونے کی توفیق عطا کرے اور مولانا کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

الاحقر غلام مصطفٰے عفی اللہ عنہ ۵ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ

(۱۰) تقریظ حضرت علامہ مولانا مفتی سیاح الدین صاحب، کاکاخیل

صدر مدرس مدرسہ اشاعت العلوم لائلپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والے رحمۃ اللہ علیہ ایک جیّد اور ممتاز عالم دین اور اپنے وقت کے ایک شیخ طریقت تھے۔ انہوں نے تمام عمر دوسرے علوم دینیہ کی خدمت کے علاوہ خاص طور پر قرآن مجید کی تفسیر و تشریح اور تعلیم و تدریس میں اس طرح گذاری تھی کہ قرآنی علوم میں سے خاص طور پر مسئلہ توحید کو نہایت شرح و بسط اور پوری تفصیلات کے ساتھ و اشگاف الفاظ میں پھیلایا۔ اور مسلسل اسی سعی و جدوجہد میں لگے رہے اور اسی طرح عوامی افادہ و اصلاح کے علاوہ اپنے تلامذہ کا ایک خاص حلقہ بھی تیار کیا جو ان کے بعد اُن کے اس دینی اور علمی کام کو اسی طرز و انداز پر جاری رکھ سکیں۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن مجید سے ایک خاص شغف تھا۔ اور وہ کثرت مزاولت، خداداد ذہانت و ذکاوت اور خاص ذوق استنباط کی بناء پر قرآنی علوم کے نکات و معارف آیات الٰہی سے نکالا کرتے تھے۔ اور ربط آیات و سُوَر کے بارے میں بھی ان کا ایک خاص مجتہدانہ انداز تھا۔ ان علمی نوادر اور تفسیری نکات و لطائف کو انہوں نے خود تو کسی خاص تفسیر میں قلمبند نہیں فرمایا لیکن ان کے خصوصی تلامذہ کے واسطے سے یہ چیزیں کچھ نہ کچھ محفوظ رہ گئیں۔ عام طور سے کہا جاتا ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مسئلہ توحید کے اظہار و بیان میں تشدد تھا۔ اور بعض صحیح العقیدہ حضرات علمائے کرام بھی نیک نیتی کے ساتھ ان تعبیرات اور طرز ادا کو اپنے خیال میں پسند نہیں فرماتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس تشدد اور تعبیر کی سختی میں بڑا دخل مخالف ماحول اور ان علاقوں میں شرکیہ اقوال و اعمال اور بدعات کے فروغ کو بھی دخل تھا۔ در اصل مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہوں میں اس مسئلہ توحید کی اہمیت دوسرے سب مسائل سے زیادہ تھی اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ توحید میں ان کا انہماک و استغراق صوفیا کی

اصطلاح میں ان کی کیفیت ایمانی کا نتیجہ معلوم ہوتا تھا" اور وہ جب دیکھتے تھے کہ عام مسلمان کیا بلکہ "علماء و مشائخ" بھی اس کو وہ اہمیت نہیں دے رہے ہیں اور توحید خالص کے منافی اقوال و اعمال کو سن کر اور دیکھ کر چشم پوشی کرتے ہیں تو وہ اپنی شدت احساس، طبیعت کی تیزی اور عشق توحید میں سرشاری کی وجہ سے بے اختیار صحیح مسائل کی تعبیر و اداء میں تشدد اختیار فرماتے تھے۔

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی   حُدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی

نیز مخالفین کی بے جا ضد، عناد اور مکابرہ کو دیکھ کر جذبات کا بے قابو ہونا عام حالات میں ایک فطری امر ہے۔

حضرت مولینا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ان کے مسترشدین و تلامذہ نے حق تلمذ ادا کر کے توحید و سنت کی اشاعت اور قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کا یہ سلسلہ پورے ملک میں جاری رکھا چنانچہ آپ کے حلقۂ تلامذہ و مریدین میں سے ایک خاص تلمیذ و مسترشد اور ممتاز و مستند جیّد عالم دین **مولانا غلام اللہ خان صاحب** نے عرصہ دراز سے راولپنڈی شہر میں تعلیم القرآن کے نام سے ایک مرکزی ادارہ قائم کر کے قرآن مجید کی تعلیم و تدریس اور مسئلہ توحید کی اشاعت و تبلیغ کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ چنانچہ سال بھر دوسری کتب دینیہ اور تفسیر و حدیث کی تعلیم و تدریس ہوتی ہے اور شعبان و رمضان المبارک میں ملک کے مختلف اطراف و جوانب سے چار پانچ سو طلباء اس چشمۂ فیض اور مرکز علوم قرآنی سے تفسیر قرآن مجید کے استفادہ کے لئے آجاتے ہیں جن میں ابتدائی کتب عربیہ پڑھنے والے طلبہ سے لیکر دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند یافتہ حضرات تک شامل ہوتے ہیں۔ ان طلبہ کو حضرت ممدوح نہایت محنت و جانفشانی اور پورے انہماک و توجہ کے ساتھ حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے طرز پر قرآن مجید کا درس دیکر فارغ کر دیتے ہیں۔ اور اس طرح ہر سال یہ سینکڑوں طلبہ اپنی اپنی علمی استعداد اور ظرف کے مطابق قرآن مجید سیکھ کر جاتے ہیں۔ اور مولانا موصوف کے اخلاص، سعی پیہم اور مسئلہ توحید کے ساتھ والہانہ عشق و محبت کا اثر ہے کہ وہ ان چند دنوں میں تمام طلبہ کو اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور جب وہ رمضان المبارک گذار کر اس درسگاہ سے نکلتے ہیں تو بادۂ توحید سے ایسے سرمست و سرشار ہو کر نکلتے ہیں کہ پھر وہ علامہ اقبال مرحوم کے قول کے مطابق ؎

بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ   یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند

ہر جگہ اور ہر موقع پر "فصل لالہ و گل" کا انتظار اور موسم بہار اور موسم خزاں کا فرق کئے بغیر یہی نغمۂ توحید سناتے رہتے ہیں جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں شرکاء دورۂ تفسیر طلبہ کی علمی استعداد مختلف اور کم و بیش ہوتی ہے۔ اس لئے بعض کم استعداد طلبہ اگر دلائل اور ان کے مقدمات و مبادی کو پورے طور پر علمی انداز میں ضبط بھی نہ کر سکیں لیکن مطالب و نتائج پر سب کا یقین پختہ ہو جاتا ہے اور اس پختہ یقین کی بناء پر وہ توحید و سنت کے داعی بنکر کام کرنے لگ جاتے ہیں اور اپنے عقائد و نظریات میں خوب مضبوط و مستحکم ہوتے ہیں اور آج دیکھا جاتا ہے کہ پورے ملک میں انہی نغمات توحید کی گونج سنائی دیتی ہے۔

مولینا غلام اللہ خانصاحب نے اس مقصد کے لئے دار العلوم تعلیم القرآن کے ساتھ ساتھ ماہوار صحیفہ "تعلیم القرآن" بھی جاری کیا ہوا ہے جس کی ترتیب و ادارت کا کام ایک نیک سیرت و نیک کردار مستند عالم دین فاضل دیوبند مولانا سید احمد حسین صاحب سجاد بخاری مدظلہ کے سپرد ہے۔ اس ماہنامہ میں دوسرے علمی اور دینی مضامین کے علاوہ بالالتزام تفسیر قرآن مجید کا کچھ حصہ مولینا غلام اللہ خانصاحب کے قلم سے شائع ہو رہا ہے جس میں مولینا موصوف خصوصی طور پر ان آیتوں کی تفسیر حضرت مولینا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز و انداز پر کرتے ہیں جن کا تعلق مسئلہ توحید کے ساتھ خاص طور پر ہے۔ اور ساتھ ہی مولینا کی بعض توجیہات و مرجحات کی تائید و تصدیق کے لئے کتب سلف اور تفاسیر متقدمین کے حوالے بھی درج کر دیتے۔ اب تفسیری اجزاء کو ایک مستقل تفسیر کی شکل میں شائع کرنیکا فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ ایک مستحسن فیصلہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس تفسیر کے مطالعہ سے عام مسلمانوں کو عموماً اور طلبۂ قرآن مجید کو خصوصاً بہت فائدہ پہنچے گا۔ ربط آیات کی ایسی بہت سی تقاریر اور بہت سے ایسے تفسیری نکات و لطائف کا علم اس تفسیر کے ذریعہ سے ہو جائیگا جو حضرت مولانا حسین علی رح کے خصوصی علمی نوادر شمار ہوتے ہیں۔ نیز اکابر سلف اور تفاسیر متقدمین کے بہت سے ایسے حوالے اس تفسیر کے واسطہ سے عام طلبہ کو مل جائینگے جن تک براہ راست ان کا پہنچنا مشکل ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ دوسری کتب کی طرح قرآن مجید کی کوئی تفسیر بھی بہرحال انسانی تصنیف ہوتی ہے

اور اس میں مصنّف سے نادانستہ یا غلط فہمی کی بنا پر کوئی لغزش علمی طور سے ہوسکتی ہے۔ اس لئے اگر کسی مسئلہ یا مسئلہ کی تعبیر اور طرزِ ادا میں دوسرے اہلِ علم کو اس مصنّف سے اختلاف ہو تو یہ علمی انداز نہیں کہ ان چند مسائل یا تعبیرات کی وجہ سے پوری کتاب کو ہدفِ تنقید بنا کر لوگوں کو اس کے مطالعہ سے روکا جائے۔ اور پوری کتاب سے استفادہ کرنے میں رکاوٹ ڈالدی جائے۔ بلکہ چاہیئے کہ جذبۂ خیر خواہی اور پوری دیانتداری کیساتھ علمی طور پر ان باتوں پر دوبارہ غور کر نیکی نشاندہی کی جائے اور دلائل و براہین کی روشنی میں ان پر تنقید کی جائے۔ اس طرح خود مصنّف کو بھی ان باتوں پر دوبارہ غور کرنے کی طرف متوجہ کیا جاسکتا ہے اور نامناسب فضا بھی قائم نہیں ہوتی۔ اور قارئین کتاب بھی غلطیوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریق کار رہا ہے۔ میں مثال کے طور پر علاّمہ زمخشری رح کی مشہور تفسیر کشاف کو پیش کرتا ہوں۔ یہ حقیقت تو بالکل ظاہر و ثابت ہے کہ بہت سی آیات کی تفسیر علاّمہ زمخشری رح نے اپنے مسلکِ اعتزال کے مطابق اس انداز سے کی ہے جس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے اور اہل سنّت کے مسلکِ حق کے مطابق آیات کی وہ تفسیر درست نہیں لیکن اس کے باوجود چونکہ کشاف میں بہت سی ایسی خوبیاں اور بلاغت کے نادر نکات و معارف اور لغوی اور نحوی تحقیقات ہیں جن سے فائدہ اٹھانا بہرحال ضروری ہے تو بعد میں آنے والے ائمۂ مفسّرین مثلاً امام رازی رح قاضی بیضاوی رح، ابوالسعود رح اور علامہ آلوسی رح نے اگرچہ ان خاص آیات کی تفسیر میں کشاف کی رائے قبول نہیں کی بلکہ ان پر تنقید کر کے دلائل و براہین کے ساتھ اس کے جوابات دیئے لیکن علاّمہ زمخشری اور اس کی تفسیر کی عظمت و منزلت کا انہوں نے ہمیشہ اعتراف کیا۔ بلکہ ان تمام تفاسیر کا بنیادی ماخذ یہی کشاف ہی ہے۔ آپ اگر بہ غور مطالعہ فرمائیں تو ان تفاسیر میں کشّاف کی پوری پوری عبارتیں بعینہٖ آپ کو موجود ملیں گی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہمارے اکابر میں تنگ نظری کبھی بھی نہیں تھی کہ چند مسائل میں اگر اختلاف ہوا تو پوری کتاب کو متروک قرار دیا ہو۔

اکابر علماء و مفسّرین کے اس مسلّمہ اور معقول اصول کی روشنی میں میں بھی امید کرتا ہوں کہ اہل علم اس تفسیر کے بارے میں بھی یہی عادلانہ اور علمی نظریہ اور روّیہ اختیار فرمائیں گے۔ اگر کسی خاص مسئلہ یا اس کی تعبیر میں وہ اختلاف رکھتے ہوں تو اس کی بنا پر اس کے مفید اور علمی اجزاء سے لوگوں کو محروم نہ کریں۔ اور پوری تفسیر کو قابلِ ترک اور ہدفِ تنقید نہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولٰینا کو دین اور علمِ دین اور خاص کر اشاعتِ علوم قرآنِ مجید کی خدمت کے لئے تا دیر زندہ و سلامت اور ہر فتنہ و آفت سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین اللّٰھُمّ یا ربّ العالمین۔

احقر العباد سیّد سیّاح الدین کاکاخیل مدرسہ اشاعت العلوم جامع مسجد لائلپور شہر

۲۰ رجمادی الاُخریٰ ۱۳۸۳ھ بروز جمعۃ المبارک

(۱۱) تقریظ مجاہد ملّت حامیِ سنّت حضرت مولانا سیّد نور الحسن شاہ صاحب، بخاری

صدر تنظیم اہل سنت، پاکستان (ملتان)

شیخ القرآن حضرت مولٰینا غلام اللہ خانصاحب مدظلہ العالی کو رب العزت نے اپنے کلامِ قدیم قرآن کریم کی خدمت کے لئے چن لیا ہے، آپ نے کتاب اللہ کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔

قرآنِ کریم کا زیرِ نظر ترجمہ اور تفسیر اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا ترجمہ، حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر (جواہر القرآن) اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی و حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہما اللہ کے فوائد کی ترتیب و اشاعت قرآن کریم کی ایک بے مثال خدمت ہے۔ جو اللہ ربّ العزت نے اپنے ایک مقبول بندہ حضرت شیخ القرآن سے لی ہے۔ میں اس اعزاز و شرف پر حضرت مدّظلہ کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

سیّد نور الحسن بخاری خادم تحریک تنظیم اہل سنت پاکستان (ملتان) یکم شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ

دیباچہ موضح قرآن

از حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۲۳۰ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ الٰہی شکر تیرے احسان کا ادا کروں کس زبان سے کہ ہماری زبان گویا کی اپنے نام کر۔ اور دل کو روشنی دی اپنے کلام کر۔ اور امت میں کیا اپنے رسول مقبول کی۔ جو اشرف انبیاء اور نبی الرحمت جس کی شفاعت سے امیدوار ہیں ہم کہ پاویں دو جہان کی نعمت۔ الٰہی اس نبی امت پر ورکو اپنی رحمت کامل سے درجات اعلیٰ نصیب کر جو حد نہ ہو کسی مخلوق کی۔ اور اپنی عنایت اس پر ہمیشہ افزوں رکھ دنیا اور آخرت میں اور اس کی آل اطہار پر اور اصحاب کبار پر اور اس کی امت کے علماء مقتدا پر اور اولیاء باصفا پر اور غرباء اور ضعفاء پر۔ سب پر آمین یارب العالمین

بعد ازیں سنا چاہیئے کہ مسلمان کو واجب ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی صفات جانے اور اس کے حکم معلوم کرے اور مرضی اور نامرضی تحقیق کرے کہ بغیر اس کے بندگی نہیں۔ اور جو بندگی نہ بجا لاوے وہ بندہ نہیں۔ اور اللہ سبحانہ کی پہچان آوے بتانے سے۔ آدمی پیدا ہوتا ہے محض نادان سب چیز سیکھتا ہے سکھانے سے۔ اور بتانے سکھانے والے ہر چند تقریریں کریں اس برابر نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ بتایا۔ اس کے کلام میں جو ہدایت ہے۔ دوسرے میں نہیں پر کلام پاک اس کا عربی ہے اور ہندوستانی کو ادراک اس کا محال۔ اس واسطے اس بندۂ عاجز عبدالقادر کو خیال آیا۔ کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی ترجمۂ فارسی کر گئے ہیں سہل و آسان۔ اب ہندی زبان میں قرآن شریف کو ترجمہ کرے۔ الحمد للہ کہ سنہ ۱۲۰۵ بارہ سو پانچ میں میسر ہوا۔

اب کئی باتیں معلوم رکھیئے۔ اوّل یہ کہ اس جگہ ترجمہ لفظ بلفظ ضرور نہیں۔ کیونکہ ترکیب ہندی عربی سے بہت بعید ہے۔ اگر بعینہٖ وہ ترکیب رہے تو معنے مفہوم نہ ہوں۔ دوسری یہ کہ اس میں زبان ریختہ نہیں بولی بلکہ ہندی متعارف تا عوام کو بے تکلف دریافت ہو۔ تیسری یہ کہ ہر چند ہندوستانیوں کو معنیٔ قرآن اس سے آسان ہوئے لیکن اب بھی استاد سے سند کرنا لازم ہے۔ اوّل معنیٔ قرآن بغیر سند معتبر نہیں۔ دوسرے ربط کلام ماقبل و مابعد سے پہچاننا اور قطع کلام سے بچنا بغیر استاد نہیں آتا۔ چنانچہ قرآن زبان عربی ہے پر عرب بھی محتاج استاد تھے۔ چوتھی بات یہ کہ اوّل فقط ترجمہ قرآن کا ہوا تھا۔ بعد اس کے لوگوں نے خواہش کی۔ تو بعضے فوائد زائد بھی متعلق تفسیر داخل کئے۔ اس فائدے کے امتیاز کو حرف فا۔ نشان رکھا۔ اگر کوئی مختصر چاہے صرف ترجمہ لکھے۔ اگر مفصل چاہے فوائد بھی داخل کرے۔ باقی قواعد خط ہندی لکھنے میں طول ہے استاد سے معلوم ہوں گے۔ البتہ ہندی میں بعضی چیز لکھتے ہیں کہ فارسی میں نہیں۔ اس سبب سے فارسی خواں اول اٹکتا ہے۔ دو چیز دیکھے تو ماہر ہو جاوے۔

اور اس کتاب کا نام موضح قرآن ہے اور یہی اس کی صفت ہے۔ اور یہی اس کی تاریخ۔ الٰہی و سیدی و مولائی تیری عنایت ہے۔ اور تو ہی قبول کر اپنے فضل سے یا رؤف یا رحیم یا مالک الملک ذا الجلال والاکرام

(دیباچہ موضح قرآن از شاہ عبدالقادر محدث دہلوی۔ مطبع اسلامی مدراس کے مطبوعہ قرآن مجید معہ ارواح ثلاثہ سے نقل کیا گیا۔ اور تفسیر جواہر القرآن کے ساتھ فیروز سنز پریس بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور میں چھپوایا گیا۔ طباعت ماہ شعبان سنہ ۱۳۰۳ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ فالحمد للہ اوّلاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً ابداً و علیٰ جمیع عبادہ الصالحین۔ لیلاً و نہاراً۔ کتبہ الفقیر ابو احمد السجاد البخاری۔ وقت العصر من یوم الجمعۃ التاسع عشر من رجب سنۃ ثلث و ثمانین بعد الالف و ثلث مائۃ من ہجرۃ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مُقدّمۂ تفسیر

جواہر القرآن

از افادات

رئیس المفسّرین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترتیب

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب

نظر ثانی و ترتیب جدید

سیّد ابو احمد سجّاد بخاری

حصۂ اول ـــــــــــ دربیان اصطلاحات

اصطلاح (۱) دعویٰ یا موضوع سورت

دعویٰ یا موضوع سورت سے مراد سورت کا مرکزی مضمون ہے جو تمام سورت کے لئے بمنزلہ محور ہوتا ہے۔ سورت کے باقی مضامین اسی کے گرد چکر لگاتے ہیں یا اس کی مثال بیج اور تخم کی سی ہے۔ جس طرح درخت کے ہر پتے اور شاخ میں تخم کا اثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ہر درخت دوسری نوع کے درختوں سے ممتاز نظر آتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح سورت کی ہر آیت کو اصل دعویٰ سے ضرور کوئی نہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور اس دعویٰ کی بنا پر ایک سورت دوسری سورت سے ممتاز نظر آتی ہے۔ اس کی مثال دلائل کے ضمن میں آئے گی۔

اِصطلاح (۲) دلیل

دلیل اس بیان کو کہتے ہیں جس سے دعویٰ ثابت کیا جائے۔ قرآن مجید میں دعویٰ ثابت کرنے کے لئے چار قسم کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱) **دلیل عقلی محض** (۲) **دلیل عقلی مع اعتراف الخصم** (۳) **دلیل نقلی** اور (۴) **دلیل وحی**۔

دلیل عقلی | دلیل عقلی اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں ایسے امور مذکور ہوں جن کا تعلق عقل سے ہے۔ دلیل عقلی کے ذریعے ہر صاحبِ عقل دعویٰ کو سمجھ سکتا ہے۔ اگر مخاطب کافر و مشرک ہو تو بھی عقلِ سلیم اسے یہ بات منوانے پر مجبور کرے گی کہ جو امور دلیل میں مذکور ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہیں نہ کسی نبی یا ولی کے نہ فرشتہ کے۔ اس لئے اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پکار اور نذر و منت کے لائق نہیں۔ اسی طرح اگر مخاطب دہریہ ہو تو عقل سلیم اسے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرے گی کہ مذکور فی الدلیل امور کا نظام خود بخود نہیں چل رہا بلکہ ایک قادر و قیوم ہستی ہی اس سارے نظام کو چلا رہی ہے اور یہ کام بے شعور مادہ کا نہیں ہے۔ مثال دعویٰ مع دلیل عقلی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرہ ع ۳) اس میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ دعویٰ توحید ہے یعنی اپنے رب کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو پھر اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ سے رِزْقًا لَّكُمْ تک دلیل عقلی ہے یعنی تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی نہیں۔ اسی طرح تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اسی نے بنایا اور آسمان سے مینہ برسا کر زمین سے تمہاری روزی کا سامان بھی اسی نے پیدا کیا۔ تمہارے معبودانِ باطلہ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا اس کے بعد فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا دلیل کا نتیجہ ہے۔ یعنی جب تم جانتے ہو کہ یہ سارے کام کرنیوالا اللہ ہے تو پھر کسی کو عبادت میں اس کا شریک نہ بناؤ۔

تنبیہ۔ یہاں دعویٰ میں حصر ہے جیسا کہ مفہوم میں ظاہر کر دیا گیا ہے اور نتیجہ بھی اس پر صراحت سے دلالت کرتا ہے تو دعویٰ کا مقصد یہ نہیں کہ اللہ کو معبود مانو بلکہ مقصد یہ ہے صرف اللہ ہی کو معبود مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ کیونکہ نزولِ قرآن سے پہلے مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ سب خدا کو اپنا معبود مانتے تھے لیکن وہ اس کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اس لئے شرک سے منع فرمایا اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔

دلیل عقلی مع اعتراف الخصم | یہ وہ دلیل عقلی ہے جس کو منکرین سے استفہام کے طور پر بیان کیا جائے اور ساتھ ہی ان کے تسلیمی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جواب بیان کیا جائے مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ (یونس ع ۴) آپ ان مشرکوں سے کہیئے کہ (بتاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی پہنچاتا ہے بلکہ بتاؤ کہ وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار چیز کو بے جان سے اور بے جان چیز کو جاندار چیز سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو وہ جواب میں یہی کہیں گے (ان تمام کاموں کا کرنے والا) اللہ ہی ہے۔ ابتداء میں چند ایسے امور ذکر فرمائے جن کے بارے میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ ان امور کا فاعل اور کارساز صرف اللہ ہی ہے اس لئے آخر میں فرمایا فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ جو ان کے اقرار پر دلالت کرتا ہے۔

دلیل نقلی | جب دعویٰ کے اثبات کے لئے کوئی نقل پیش کی جائے تو وہ دلیل نقلی کہلائے گی۔ دلیل نقلی کی سات قسمیں ہیں (۱) گذشتہ آسمانی کتابوں سے (۲) انبیاء سابقین سے اجمالاً (۳) انبیاء سابقین سے تفصیلاً نام بنام (۴) کتب سابقہ کے عالموں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے (۵) جنات سے (۶) ملائکہ سے اور (۷) پرندوں سے سات قسم کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔ **مثال اوّل**۔ دلیل نقل از کتب سابقہ۔ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا (بنی اسرائیل ع ۱) اور ہم ہی نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) بنایا تھا۔ اس میں یہ حکم تھا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بناؤ۔ یہ تورات سے دلیل نقلی ہے۔

مثال دوم۔ دلیل نقل از انبیاء علیہم السلام اجمالاً۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء ع ۲) اور آپ سے پہلے ہم نے کسی پیغمبر کو نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم نے یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اس لئے صرف میری ہی عبادت کرو۔ **مثال سوم**۔ مثال نقل از ابراہیم علیہ السلام تفصیلاً۔ وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَ لَا یُبْصِرُ وَ لَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا ۝ (مریم ع ۳) اور ذکر کیجئے کتاب

میں ابراہیم کا وہ بہت سچے نبی تھے۔ سچائی کی حد یہ تھی کہ انہوں نے اپنے باپ سے بھی صاف کہہ دیا کہ اے میرے باپ تو ان باطل معبودوں کی کیوں عبادت کرتا ہے جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ تجھے کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں **مثال چہارم** دلیل نقل از علماء اہل کتاب اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ (بقرہ ع ۱۴) جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کے پڑھنے کا حق ادا کرتے ہیں اور وہ اس دعوے کو مانتے ہیں یہ دلیل نقلی ان مولویوں اور پیروں سے لی گئی ہے جو تورات کا علم رکھتے تھے اور اسلام قبول کر چکے تھے۔ **مثال پنجم** ۔ دلیل نقل از جنات۔ قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا (جن ع ۱) فرما دیجئے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب ہی قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس لئے ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اب۔ ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ یہ جنات کے ایک طائفہ سے نقل پیش کی گئی ہے انہوں نے قرآن مجید سن کر اپنی قوم کو جا کر سنایا اور صاف اعلان کر دیا کہ اللہ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں اس لئے صرف اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارا کرو۔ **مثال ششم** ۔ دلیل نقل از ملائکہ۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًۢا بِالۡقِسۡطِ (آل عمران ع ۲) گواہی دی اللہ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی عبادت کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی وہ نظام کو اعتدال کے ساتھ قائم رکھنے والا ہے۔ **مثال ہفتم** ۔ نقل از طیور۔ جب ہدہد غائب رہنے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا تو قوم سبا کے مشرکانہ افعال بیان کرنے کے بعد یوں گویا ہوا۔ اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰهِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَیَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَمَا تُعۡلِنُوۡنَ ۞ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ (نمل ع ۲) اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو ایسا قادر ہے کہ آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو باہر لاتا ہے اور ایسا عالم ہے کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب کچھ جانتا ہے (بس) اللہ ہی ایسا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

دلیل وحی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دعوٰی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان کرنے کا حکم بھی ملتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنی طرف سے اور اپنی رائے سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ مجھے اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی یہ حکم ملا ہے کہ میں یہ دعوٰی اور مضمون تم تک پہنچاؤں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلۡ اِنِّیۡ نُهِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الۡبَیِّنٰتُ مِنۡ رَّبِّیۡ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (مومن ع ۷) فرما دیجئے مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس اپنے رب سے کھلی باتیں آ چکی ہیں (اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اپنے کو اللہ کے سپرد کر دوں

فائدہ جلیلہ قرآن مجید میں دعوٰی توحید کو تینوں قسم کے دلائل سے ثابت کیا گیا ہے تاکہ مادۂ انکار کا بالکلیہ استیصال ہو جائے۔ اور منکرین کے لئے انکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ دلیل عقلی اس لئے ذکر کی جاتی ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ دعوٰی توحید عقل سلیم کے عین مطابق ہے اور دلیل نقلی اس لئے پیش کی جاتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دعوٰی توحید میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منفرد نہیں ہیں بلکہ آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام بھی مسئلہ توحید بیان فرماتے رہے ہیں اور دلیل وحی اس لئے پیش کی جاتی ہے تاکہ منکرین دعوٰی کے اس اعتراض کا جواب ہو جائے کہ مسئلہ توحید کے علاوہ اور مسائل و احکام تھوڑے ہیں یہ کیا ضروری ہے کہ اسے ہی بیان کیا جائے۔ اس لئے اسے چھوڑ دو کوئی اور مسئلہ بیان کرو۔ اس پر دلیل وحی سے جواب دیا کہ میں تو اللہ کی طرف سے اس کام (یعنی دعوٰی توحید پیش کرنے) پر مامور ہوں اس لئے اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔

اصطلاح (٣) تنویر دعوی

بعض دفعہ منکرین سے دعوٰی کا ایک حصہ تسلیم کرا کر اس کے باقی حصے نہایت وضاحت سے ان کے سامنے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن کی وہ صراحۃً تردید نہیں کر سکتے۔ اس طرح گویا کہ انہوں نے دعوٰی کے تمام حصے صراحۃً اور ضمناً تسلیم کر لئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِیۡزُ الۡعَلِیۡمُ ۞ الَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَكُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ۞ وَالَّذِیۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّیۡتًا كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ۞ وَالَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ۞ (زخرف ع ۱) (ترجمہ) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کس نے پیدا کئے تو کہیں گے کہ انہیں کسی بہت غالب اور بہت جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔ وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور تمہارے لئے اس میں راستے بنائے تاکہ تم راہ پاؤ۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے اندازے کے مطابق پانی اتارا اور پھر اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح تم بھی دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے سب جوڑے پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور جانور بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔

اس میں مشرکین مکہ نے صراحۃً تسلیم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر غالب اور ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس کے بعد اَلَّذِیۡ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا الخ سے دعوٰی کی تنویر فرما دی یعنی دعوٰی مذکورہ پر مزید روشنی ڈالی کہ منکرین اسے خاموشی سے سن لیں۔ تو جس طرح انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح گویا کہ انہوں نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ اگلی آیتوں میں جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مختص ہیں۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ بیان کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے کسی پہلو کو زیادہ واضح کرنے یا اس سے متعلق کسی شبہ کا ازالہ کرنے کے لئے کلام لایا جاتا ہے۔ جو پہلے بیان کی تنویر کہلائے گا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں تنویرات ثلاثہ بسلسلہ تفسیر سورہ نساء ص ۲۳۲ تا ص ۲۴۵)

اصطلاح (۴) تخویف

دعوٰی منوانے کے لئے قرآن مجید میں جا بجا اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اسے تخویف یا ڈراوا کہتے ہیں۔ تخویف کی پھر دو قسمیں ہیں۔ اگر گرفت کا تعلق دنیا سے ہو تو وہ تخویف دنیوی ہے اور اگر اس کا تعلق آخرت سے ہو تو وہ تخویف اخروی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے الفوز الکبیر میں ان دونوں اصطلاحوں کو "تذکیر بایام اللہ" اور "بما بعد الموت" سے تعبیر فرمایا ہے۔ **مثال تخویف دنیوی** ۔ كَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا (مریم ع ۶)

(ترجمہ) ان سے پہلے ہم نے کئی جماعتیں تباہ کیں۔ کیا آپ ان میں سے کسی کے متعلق کچھ جانتے ہیں یا ان کی کچھ آہٹ سنتے ہیں؟ **مثال تخویف اخروی** ۔ وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا (مریم ع ۶) اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا چلائیں گے۔ قرآن مجید میں ہر دو تخویف کا ذکر بکثرت آیا ہے۔ بہت کم سورتیں اس کے ذکر سے خالی ہوں گی خصوصًا قرآن مجید کے آخری حصہ میں تخویف اخروی بکثرت مذکور ہے۔

اصطلاح (۵) تبشیر یا بشارت

تخویف کے مقابلے میں تبشیر ہے۔ یعنی ماننے والوں کے لئے انعامات کی خوشخبری کا بیان۔ تخویف کی طرح تبشیر کی بھی دو قسمیں ہیں تبشیر دنیوی اور تبشیر اخروی **مثال تبشیر دنیوی** ۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (ترجمہ) جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور آپ لوگوں کو فوج در فوج دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تو (شرک سے) اللہ کی پاکیزگی بیان کیجئے۔ اس کی حمد کے ساتھ اور اس سے بخشش مانگئے وہ تو بہت بخشنے والا ہے۔ **مثال تبشیر اخروی** ۔ إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (کہف ع ۱۲) (ترجمہ) ایمان لانے والوں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے جنت کے باغات ہوں گے بطور مہمانی۔

تنبیہ: ۔ قرآن میں بشارت دنیوی بہت کم آئی ہے۔ تخویف و بشارت کی مثال یوں سمجھو جس طرح دنیوی حکومتیں حکومت کا ساتھ دینے والوں اور حکومت کے خیر خواہوں کو خاص خاص تواز شوں سے سرفراز کرتی ہیں، انہیں خطابات سے نوازتی اور انہیں مربع جات وغیرہ عطا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس باغیوں کو عمر قید کی سزا دی جاتی ہے یا انہیں تختۂ دار پر لٹکایا جاتا ہے۔ اسی طرح احکام الٰہی ماننے والوں کے لئے آخرت میں جنات وانہار اور دیگر کئی قسم کی نعمتیں ہوں گی۔ اور دنیا میں بھی ان کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اس کی متقاضی ہو۔ جیسا کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر کئی برگزیدہ بندوں کو دنیوی حکومت عطا فرمائی۔ اسی طرح اس مالک الملک کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو دنیا میں بھی گرفت ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعون، نمرود، اور قارون وغیرہ کو ہوئی اور آخرت میں تو ہو ہی گی۔

اصطلاح (۶) شکوٰی

منکرین دعوٰی جب مقابلے میں دعوٰی پیش کرنے والوں کو مختلف طریقوں سے ذلیل و عاجز کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کے عجز کو دیکھ کر ان کے پیش کردہ دعوٰی کو چھوڑ دیں تو ایسے لوگوں کے حالات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے شکایت کی جاتی ہے۔ اسے شکوٰی کہتے ہیں۔ شکوٰی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی ابتداء لفظ قال یا قالوا سے ہوگی۔ بعض اوقات شکوٰی کے ساتھ اس کا جواب بھی مذکور ہوتا ہے اور بعض اوقات جواب مذکور نہیں ہوتا۔ **مثال اول** وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ أَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ أَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل ع ۱۰) (ترجمہ) انہوں نے کہا ہم ہرگز نہ مانیں گے تیری بات کو جب تک تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ جاری کر دے یا (جب تک) تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ نہ ہو اور تو اس کے بیچ میں نہریں جاری نہ کر دے۔ یا (جب تک) تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہ گرا دے جیسا کہ تیرا خیال ہے یا (جب تک) تو اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لے آئے یا (جب تک کہ) تیرا سونے کا مکان نہ ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ لیکن ہم تیرے (صرف) آسمان پر چڑھ جانے (ہی) کی وجہ سے بھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تو اپنے ساتھ ایک کتاب نہ لے آئے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ آپ (اس کے جواب میں) فرمادیں (یہ تمام امور صرف اللہ کے اختیار میں ہیں۔ میرے یا اور کسی کے اختیار میں نہیں) میرا اللہ (ان کاموں میں شریکوں سے) پاک ہے۔ میں تو صرف اس کا پیغام پہنچانے والا آدمی ہوں۔ یہاں آیت کے آخری حصے میں شکوٰی کا جواب بھی مذکور ہے۔ **مثال دوم** ۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا إِلَيْهِ وَفِيْ آذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (حٰم السجدۃ ع ۱) (ترجمہ) انہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس (مسئلہ توحید) سے جس کی تو ہم کو دعوت دیتا ہے، پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ پس تو اپنا کام کر ہمیں اپنا کام کرنے دے۔ اس آیت میں شکوے کے بعد جواب مذکور نہیں۔

اصطلاح (۷) زجر

بعض اوقات منکرین دعوٰی کو ان کی ناجائز حرکات اور ان کے غیر معقول مطالبات پر جھڑکا جاتا ہے۔ اسے زجر کہتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (مومن ع ۹) ترجمہ۔ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں لیکر آئے تو وہ لوگ اس علم (من گھڑت قصوں کہانیوں) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام نے ان لوگوں کے سامنے دلیلیں اور معجزے پیش کئے مگر وہ اپنے باطل پر اکڑ گئے اور حق قبول نہ کیا۔

بعض دفعہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو بھی کسی غیر موزوں اور خلاف اولیٰ فعل کے ارتکاب پر زجر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا۔ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنِّيْ أَعِظُكَ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (هود ع ۴) ترجمہ۔ اے نوح جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے متعلق مجھ سے مت سوال کر۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔ ایک جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (توبہ ع ۶) (ترجمہ) اللہ نے تجھے معاف کیا۔ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک آپ کو سچے اور جھوٹے معلوم نہ ہو جاتے۔ دوسری جگہ فرمایا:۔ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ (تحریم ع ۱) (ترجمہ) اے نبی جس چیز کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم (قسم کھا کر) اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو اور وہ بھی اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

تنبیہ ۔ شکوٰی اور زجر میں خفیف سا فرق ہے جو ظاہر کر دیا گیا ہے۔ دونوں کے درمیان بہت زیادہ تقارب معنوی کی وجہ سے بعض الحیران ہیں کہیں شکوٰی کی جگہ زجر اور کہیں اسکے

برعکس لکھا ہے۔ بلغۃ الحیران کا مطالعہ کرتے وقت یہ بات مدنظر رہے۔

اصطلاح (۸) تسلیہ یا تسلّی

دعویٰ توحید پیش کرنے والوں پر جب منکرین دعویٰ کی طرف سے مختلف قسم کی مصیبتیں اور تکلیفیں آتی ہیں اور وہ ان کو جھٹلاتے اور طرح طرح سے ان کو ایذائیں دیتے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعویٰ پیش کرنے والوں کو تسلی دی جاتی ہے جس سے ان کے دلوں کو مضبوط اور زیادہ مطمئن کرنا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف انداز تعبیر سے متعدد جگہوں میں تسلی دی ہے۔

تعبیر اول:۔ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ (فاطرع ۱) (ترجمہ) اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ اس کی پروا نہ کریں کیونکہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے۔

تعبیر ثانی:۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (طٰہٰ ع ۸) (ترجمہ) جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کریں (کیونکہ آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کی باتوں سے تکلیف دی گئی) اور سورج چڑھنے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ (شرک سے) اس کی پاکیزگی بیان کریں۔ یعنی صفات کارسازی میں میرے رب کا کوئی شریک نہیں۔

تعبیر ثالث:۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (حجرع ۶) (ترجمہ) آپ منکرین دعویٰ پر غم نہ کریں اور دعویٰ توحید ماننے والوں کیلئے اپنا بازو جھکا دیں۔

تعبیر رابع وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (حجر ع ۶) (ترجمہ) قسم ہے ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہوتا ہے۔ پس آپ اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ (شرک سے) اس کی پاکی بیان کریں اور (اپنے رب کو) سجدہ کریں اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

تعبیر خامس وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (حجر ع ۶) (ترجمہ) ہم نے آپ کو سبع مثانی (سورۂ فاتحہ) اور قرآن عظیم عطا کیا ہے۔ (اس لئے ہمارے اتنے بڑے انعام کے بعد آپ ان کی باتوں سے تنگی محسوس نہ فرمائیں اور نہ ان کی پروا کریں۔

زجر مع تسلیہ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (حجر ع ۶) (ترجمہ) ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو ہم نے دنیوی مال و متاع دے رکھا ہے آپ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے اور ان پر غم نہ کیجئے اور مومنین سے شفقت کا برتاؤ فرمائیے۔ اس آیت میں پہلے زجر ہے پھر تسلیہ۔ اسی طرح سورۂ کہف ع ۴ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ میں اور سورۂ طٰہٰ ع ۸ فَاصْبِرْ نَفْسَكَ الخ میں پہلے تسلیہ اور اس کے متصلاً بعد زجر ہے۔

اصطلاح (۹) امور مصلحہ

دعویٰ کو ماننے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس دعویٰ پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اس کے تمام تقاضوں کو پورا کریں۔ قرآن مجید میں امور انتظامیہ مثلاً قصاص، نکاح، طلاق وصیت اور وراثت وغیرہ کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ مسلمانوں میں اتفاق اور تنظیم قائم رہے۔ اس لئے ان کے ساتھ کچھ ایسے امور کا بیان بھی ضروری تھا جو استقامت اور عمل صالح پر ممد و معاون ہوں اور جن سے باطن کی اصلاح ہو اور مسلمان ہر مشکل سے مشکل حکم پر آمادۂ عمل ہو جائیں۔ ایسے امور کو امور مصلحہ کہتے ہیں قرآن مجید میں احکام اور امور انتظامیہ کے ساتھ جا بجا تین امور مصلحہ کا ذکر کیا گیا ہے یعنی نماز، روزہ اور حج۔ ان امور سے مقصود چونکہ اصلاح باطن ہے۔ اس لئے ان امور کا ماقبل سے معنوی ربط تلاش نہ کیا جائے۔ امور مصلحہ عام طور پر احکام کے درمیان سورت کے مختلف حصوں میں مذکور ہوتے ہیں جو بظاہر ماقبل اور مابعد سے غیر مربوط نظر آتے ہیں جیسا کہ سورۂ بقرہ (ع ۳۱) میں حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (تمام نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً درمیانی نماز کی) اس آیت سے پہلے امور انتظامیہ طلاق، عدت اور رضاعت وغیرہ کے احکام مذکور ہیں اور اس کے بعد بھی عدت کے احکام بیان کئے جا رہے ہیں لیکن درمیان میں نماز قائم کرنے کا حکم صادر فرما دیا تو اس کا ذکر یہاں بطور امر مصلح ہے۔ کیونکہ نماز کی پابندی خصوصاً جماعت کے ساتھ باہمی محبت و الفت کا باعث ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے سووا صفوفکم او لیخالفن اللہ بین قلوبکم۔ سورۂ بقرہ میں تینوں امور مصلحہ مذکور ہیں۔ سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ میں صرف ایک یعنی نماز۔

اصطلاح (۱۰) اندماج یا ادماج

قرآن مجید میں عموماً کسی مثال یا واقعہ کو پوری تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اکثر مثال یا واقعہ کے مقصودی حصے کو صراحۃً بیان کیا گیا ہے اور غیر مقصودی حصوں کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ معمولی غور و فکر سے سمجھ میں آسکتے ہیں۔ اسے اندماج یا ادماج کہتے ہیں۔ مثلاً مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ (بقرہ ع ۲) (ترجمہ) اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو آگ روشن کرے (اور وہاں کچھ آدمی موجود ہوں) جب وہ آگ ان کے گردو پیش کو روشن کر دے تو اللہ تعالیٰ ان کی روشنی زائل کر دے اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دے کہ کچھ دیکھ نہ سکیں۔

اس آیت میں اندماج ہے اور اِسْتَوْقَدَ نَارًا کے بعد فیہ رجال قاعدون محذوف ہے۔ اس کے بعد بِنُوْرِهِمْ کی ضمیر جمع اس پر دلالت کرتی ہے۔ اسی طرح فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ (آل عمران ع ۵) ترجمہ۔ پس جب عیسیٰ نے ان (بنی اسرائیل) کا کفر معلوم کر لیا۔ اس سے پہلے اندماج ہے یعنی القصہ جب حضرت عیسیٰ پیدا ہو گئے اور منصب نبوت پر سرفراز ہو کر بنی اسرائیل کو توحید کی دعوت دی الخ۔

تنبیہ :- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں ہر جگہ ادماج ہے کیونکہ اس سے مقصد یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں مافوق الاسباب صرف اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگو گویا اصل میں یوں ہے - بِسْمِ اللّٰہِ اسْتَعِیْنُوْا فِی الْحَاجَاتِ لَا بِغَیْرِہٖ - ب کا متعلق استعینوا صیغہ امر مؤخر ہے - اور تقدیم ما حقہ التاخیر مفید حصر ہے - اور ب برائے استعانت ہے -

اصطلاح (۱۱) ادخال الٰہی

قرآن مجید میں قصص وغیرہ کے سلسلے میں جہاں کہیں کسی کا کلام نقل کیا جا رہا ہو یا کوئی مضمون بیان ہو رہا ہو تو بعض دفعہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد آ جاتا ہے جو اس قصہ یا مضمون کا حصہ تو نہیں ہوتا مگر اس سے متعلق ضرور ہوتا ہے - اسے ادخال الٰہی کہتے ہیں -

مثال :- وَاِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ ۚ وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ (مومن ع ۴) ترجمہ :- اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس چیز کی وہ پیشگوئی کر رہا ہے اس میں سے ضرور کچھ نہ کچھ تم پر پڑے گا - یہ تقریر فرعون کے اس درباری کی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر دل و جان سے ایمان لا چکا تھا - اس کے بعد اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ ادخال الٰہی ہے - اور اس کا مقصد ایک سوال کا جواب ہے یعنی کیا اس شخص کی تقریر سے فرعون کو کچھ فائدہ ہوا؟ تو اس کے جواب میں فرمایا کہ جو مسرف اور جھوٹا ہو اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا -

اصطلاح (۱۲) اعادہ برائے بُعدِ عہد

کبھی قرآن مجید میں ایک مضمون کو بیان کیا جاتا ہے لیکن اس کا حکم اور نتیجہ اس کے ساتھ اس وقت بیان نہیں کیا جاتا اور درمیان میں اس کے متعلقات آ جاتے ہیں پھر نتیجہ ذکر کرنے سے پہلے اس مضمون کو دہرایا جاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ مرتبط ہو جائے - اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں -

مثال اوّل :- فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۙ وَاَنْتُمْ حِیْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۙ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۙ فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ ۙ تَرْجِعُوْنَھَآ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (واقعہ ع ۳) **ترجمہ :-** پھر کیوں نہیں جبکہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو - ہم تمہاری نسبت اس سے زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے - اگر تم پر کسی قسم کا محاسبہ ہونیوالا نہیں تو تم اس (روح) کو کیوں واپس نہیں لے آتے ہو - اگر تم سچے ہو - یہاں لَوْلَا کا جواب مذکور نہیں بلکہ شرط کے بعد اس کے متعلقات مذکور ہیں جن کی وجہ سے شرط اور جزا میں فاصلہ واقع ہو گیا - اس لئے جزا تَرْجِعُوْنَھَا سے پہلے فَلَوْلَآ اِنْ کُنْتُمْ غَیْرَ مَدِیْنِیْنَ کا اعادہ کیا گیا تاکہ جزا شرط کے ساتھ مربوط ہو جائے اس لئے یہ اعادہ فاصلہ اور بُعدِ عہد کی وجہ سے ہے -

مثال ثانی :- کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَھْدٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعِنْدَ رَسُوْلِہٖٓ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً ۭ یُرْضُوْنَکُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ ۚ وَاَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ (توبہ ع ۲) **ترجمہ :-** مشرکوں کیلئے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں کیسے عہد ہو - مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے پاس وعدہ کیا تھا - جب تک وہ تمہارے ساتھ درست رہیں تو تم بھی ان کے ساتھ سیدھے رہو - بیشک اللہ ڈرنیوالوں کو پسند کرتا ہے - صلح کیونکر رہے - اور اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو قرابت اور عہد کا لحاظ نہ کریں گے - اپنے منہ کی باتوں سے تم کو راضی کرتے ہیں مگر دل سے نہیں مانتے اور اکثر ان میں سے فاسق (بدعہد) ہیں -

کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ الخ سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ مشرکین اگر تم پر غلبہ پالیں تو وہ تمہاری کسی قسم کی رشتہ داری یا معاہدہ کا پاس نہیں کریں گے اس لئے تمہیں بھی ان کو ان کی بدعہدی کا بدلہ دینا چاہیئے - یہ سلسلۂ کلام المتقین تک چلا گیا ہے اس لئے اس کے بعد اصل مقصد بیان کرنے سے پہلے کیف کا اعادہ کیا گیا -

مثال ثالث :- اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَھْدِ وَکَھْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ الیٰ اخرالرکوع (مائدہ ع ۱۵) ترجمہ :- جب اللہ تعالیٰ کہیگا اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو میرے کئے ہوئے انعامات کو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوئے جب میں نے تم کو جبریل سے قوت دی تھی - تو پنگھوڑے میں اور بڑی عمر میں باتیں کرتے تھے اور جبکہ میں نے تمہیں کتاب، حکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور جبکہ تم میرے حکم سے کیچڑ سے پرندے کی شکل بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے اور جبکہ تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کھڑا کرتے تھے -

اس میں "یا" حرفِ ندا کا اصل مقصود بالندا تو رکوع ۱۶ کی ابتدا میں مذکور ہے - یعنی ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الخ لیکن اس سے پہلے اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ کے الفاظ کا بُعدِ عہد کی وجہ سے اعادہ کیا گیا -

مثال رابع :- فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ وَکُفْرِھِمْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَقَتْلِھِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِھِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ الیٰ قولہ تعالیٰ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ (نساء ع ۲۲) ترجمہ :- ان کے اپنے وعدے توڑنے، اللہ کی آیات کا انکار کرنے، نبیوں کو ناحق قتل کرنے، اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں ——— پس یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر ان پاکیزہ چیزوں کو حرام کر دیا جو ان کے لئے حلال تھیں -

یہاں پہلے وہ تمام اسباب بیان ہوئے جو باءِ سببیہ کے تحت ہیں اور ان کا حکم حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ میں بیان ہوا ہے - چونکہ اسباب مذکورہ کے درمیان متعلقات آ گئے تھے اس لئے فبظلم من الذین ھادوا سے تمام اسباب کا اجمالاً ذکر کیا گیا تاکہ حکم اپنے اسباب کے ساتھ مرتبط ہو جائے -

مثال خامس :- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا ۜ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا ۙ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا (کہف ع ۱) ترجمہ :- تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی بالکل درست تاکہ وہ (بندہ) ایک سخت عذاب سے جو من جانب اللہ ہو ڈرائے اور ان اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری سنائے کہ ان کو اچھا اجر ملیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے -

ابتدا میں نزول قرآن کی دو غرضیں بیان کیں یعنی انذار و تبشیر اور اس سورت میں چونکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ انذار کن لوگوں کے لئے ہے۔ اس لئے یُنْذِرَ کا اعادہ کرکے الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سے اصل مقصود بیان کیا۔

مثال سادس:۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (فتح ع ۳) ترجمہ:۔ اور اگر (مکہ میں) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی یعنی یہ خطرہ تھا کہ تم ان کو پیس ڈالتے جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری سے ضرر پہنچتا تاکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر وہ لوگ (مسلمان مرد اور عورتیں) ایک طرف ہو جاتے تو ان میں جو منکر تھے ہم انہیں دردناک سزا دیتے۔

اس آیت میں لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ الخ کا جواب متصل ذکر نہیں کیا گیا بلکہ اس کے بعد متعلقات شرط مذکور ہیں۔ پھر بُعدِ عہد کی وجہ سے لَوْ تَزَیَّلُوْا سے شرط کا اعادہ کرکے اس کے بعد لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے اس کا جواب ذکر کیا ہے۔

مثال سابع:۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْهِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ یُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ الخ (حشر ع ۱) ترجمہ اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اپنے رسولوں کو مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو کچھ اللہ اپنے رسول کو دوسری بستیوں (کے کافروں) سے دلوائے سو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا۔

اس آیت میں مالِ فَے کا حکم بیان کرنا مقصود تھا لیکن درمیان میں فَمَآ اَوْجَفْتُمْ سے اس کے متعلقات بیان کئے گئے۔ پھر مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ کا اعادہ کرکے فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی الخ سے اس کا حکم بیان کیا گیا۔

اصطلاح (۱۳) جباریت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حق سمجھنے، دیکھنے، اور سننے کے لئے دل، آنکھیں اور کان دیئے ہیں۔ اور حق سمجھانے کے لئے انبیاء علیہم السّلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر کتابیں نازل کیں۔ ان تمام امور کے باوجود جو شخص حق کو نہ سمجھے، نہ دیکھے اور نہ سنے بلکہ ضد اور عناد کی وجہ سے حق کا مقابلہ کرے اور اپنے عقائدِ باطلہ اور اعمالِ مشرکانہ پر ڈٹا رہے تو ایسے لوگوں کی حق کو سننے اور سمجھنے کی توفیق ماءوف ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح ان سے ایمان لانے کی توفیق سلب ہو جاتی ہے، اس حالت کا نام قہرِ جباریت ہے اور یہ جبر نہیں ہے کیونکہ جبر تب ہوتا کہ حق سمجھنے کی قوت ہی نہ دی جاتی اور حق پہچاننے کے وسائل مہیا نہ کئے جاتے۔ قال العارف الرومی ؎

ایں نہ جبر و معنیٔ جباریت ❊ معنیٔ جباریت را زاریت

قرآن مجید میں اس مفہوم کو مختلف عنوانات سے بیان کیا گیا ہے۔

عنوانِ اول:۔ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (اعراف ع ۲۲) ترجمہ:۔ "ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں یہی لوگ بے خبر ہیں۔" اس آیت میں ان کی اس حالت کو کسی سبب کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔

عنوانِ ثانی:۔ کبھی اس حالت (مہرِ جباریت) کو ان کے عقائدِ باطلہ اور اعمالِ مشرکانہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (تطفیف ع ۱) ترجمہ۔ بلکہ جو وہ کرتے ہیں اس کا ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔

اور کبھی اس کی نسبت خود مشرکین کی طرف کی جاتی ہے۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَبَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ (سجدہ ع ۱) ترجمہ:۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دل اس (مسئلہ توحید) سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے، پردوں میں ہیں۔ ہمارے کان بہرے ہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ پس (جا) تو اپنا کام کر۔ ہمیں اپنا کام کرنے دے۔

عنوانِ ثالث:۔ کبھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہ فاعلِ حقیقی اور خالقِ افعالِ عباد ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (بقرۃ ع ۱) ترجمہ:۔ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (بنی اسرائیل ع ۵) ترجمہ:۔ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر یقین نہیں لاتے چھپا ہوا پردہ ڈال دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں ثقل رکھ دیتے ہیں تاکہ وہ اسکو سمجھ ہی نہ سکیں۔ اور ایک جگہ فرمایا:۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ (پ ۱۴ نحل ع ۱۴) ترجمہ:۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں پر اور جن کی آنکھوں پر اللہ نے مُہر لگا دی ہے اور یہی لوگ غافل ہیں۔

ان مختلف عنوانات کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو جائے کہ مُہرِ جباریت سے کیا مراد ہے۔ نیز مُہرِ جباریت کیوں اور کب لگائی جاتی ہے اور مُہرِ جباریت لگاتا کون ہے۔ چنانچہ عنوانِ اول میں پہلا امر۔ عنوانِ ثانی میں دوسرا امر۔ اور عنوانِ ثالث میں تیسرا امر بیان کیا گیا ہے۔ بعض اوقات قرآن مجید میں مُہرِ جباریت کی کیفیت بیان کی جاتی ہے مگر ساتھ اس کے اسباب بیان نہیں کئے جاتے کیونکہ وہاں صرف حالت کا بیان مقصود ہوتا ہے جیسا کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ الخ میں اور بعض جگہ ساتھ اسباب بھی مذکور ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ الخ (پ ۱۴ نحل ع ۱۴) ترجمہ:۔ یہ (مہرِ جباریت) اس لئے ہے کہ انہوں نے دنیوی زندگی

کو آخرت پر ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ منکرین کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس طرح دونوں جگہوں میں صنعت احتباک ہو جائے گی۔

ایک مثال سے اس کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے۔ ایک شخص کو دق کا مرض لاحق ہو رہا ہو اور ایک نہایت ہی لائق اور مشفق طبیب اسے مفت دوا دے کر کہے کہ فوراً دوا استعمال کرو ورنہ تمہارا مرض تیسرے درجے تک پہنچ کر بالکل لا علاج ہو جائیگا۔ مگر وہ مریض اس طبیب کو برا سمجھ کر اس کی دوا کو استعمال نہیں کرتا یا زبردستی استعمال کرانے پر تھوک دیتا ہے یہانتک کہ مرض اپنے انتہائی مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے اور طبیب یہ فیصلہ دیدیتا ہے کہ تمہارا مرض اب لا علاج ہے موت کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اس میں طبیب کا کوئی قصور نہیں بلکہ غلطی سراسر مریض ہی کی ہے۔ جن کفار و مشرکین کے دلوں پر مہر جباریت لگائی جاتی ہے ان کی بعینہ یہی مثال ہے۔

اصطلاح (۱۴) ربط القلب

ربط القلب، مہر جباریت کی ضد ہے۔ جب انسان ہدایت کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں اس کا قدم راسخ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو یقین محکم اور اس کے ایمان کو دولتِ استقامت سے مالا مال فرما دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص گمراہی اور ضلالت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ دل کی اس کیفیت کا نام ربط القلب ہے۔ حدیث میں اہل بدر کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم (جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے) اس میں اسی قلبی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے تمہارے دلوں کو اپنی طرف مائل کر دیا۔ تمہارے دلوں میں نیکی محبت اور برائی سے نفرت بھر دی ہے اس لئے اب تم گناہوں کی طرف نہیں جا سکتے۔ قرآن کی متعدد آیتوں میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اصحاب کہف کے متعلق ارشاد ہے۔ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا (پ۱۵ کہف ع۲) ترجمہ۔ ہم نے ان کے دلوں پر ربط کر دیا جب وہ (حاکم وقت کے سامنے) کھڑے ہوئے تو کہنے لگے ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ اس کے سوا ہم کسی اور معبود کو ہرگز نہیں پکاریں گے ورنہ ہم عقل سے دور بات کہیں گے۔

ربط القلب دراصل ہدایت کے چوتھے درجہ کا نام ہے۔ ہدایت کے چار درجے ہیں (۱) انابت یعنی اللہ کی طرف رجوع کرنا اور ضد و عناد کو چھوڑ کر راہ ہدایت کی تلاش اور جستجو کرنا۔ ہدایت صرف انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن میں انابت الی اللہ کا جذبہ موجود ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوریٰ ع۲) یعنی اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق صرف ان لوگوں کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع اور انابت کرتے ہیں۔

(۲) ہدایت یعنی سیدھی راہ پانا) یہ انابت اور رجوع الی اللہ کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

(۳) استقامت۔ ہدایت کے بعد استقامت کا درجہ ہے۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق سیدھی راہ پر چلنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے استقامت عطا فرما دیتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (حم سجدہ ع۴) میں ثُمَّ اسْتَقَامُوْا میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) ربط القلب۔ راہ ہدایت پر استقامت کے بعد ربط القلب کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ درجہ ایمان و یقین کی پختگی کا سب سے اونچا درجہ ہے۔ جسے یہ درجہ حاصل ہو جائے دنیا کی کوئی طاقت اسے ایمان اور اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکتی۔ مگر یہ درجہ اللہ کی ہدایت اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اسی طرح ضلالت کے بھی چار درجے ہیں تفصیل سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں آئے گی۔

اصطلاح (۱۵) مسئلہ انابت

قرآن مجید کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ توحید تب سمجھ میں آتا ہے۔ جب دل میں ضد، عناد اور تعصب نہ رہے۔ اور حق کی طرف توجہ اور میلان ہو جائے اس پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات شاہد ہیں۔

اوّل:۔ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (پ۲۴ مومن ع۲) یعنی اس مسئلہ توحید کو وہی مانتا ہے۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں انابت ہو اور ضد نہ ہو۔ اس کی تائید (پ۲۶۔ ق۔ ع۳) میں ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ جس کا دل ہو۔ اس کے لئے قرآن یا مسئلہ توحید میں نصیحت ہے یا خوب غور سے سنے یعنی انابت کرے۔

دوم:۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝ (پ۲۶ ق ع۳) یہ ہے جس کا تم سے ہر رجوع کرنے والے۔ یاد رکھنے والے کے لئے وعدہ ہوا تھا جو اللہ سے بن دیکھے ڈرا اور جو اس کی طرف رجوع کرنے والا دل لایا۔

سوم:۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ (پ۱۳ رعد: ع۳) فرما دیجئے کہ خدا جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے راہ دکھاتا ہے۔ اس کی تائید هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (پ۱۳: ابراہیم: ع۷) یہ لوگوں کے لئے پہنچا دینا ہے تاکہ اس سے ڈرائے جائیں اور جان لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

چہارم:۔ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (پ۲۵: شوریٰ: ع۲) خدا جسے چاہتا ہے اپنے ہاں چن لیتا ہے اور جو رجوع کرے اسے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔ اگر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں یہی مراد لی جائے کہ بیشک قرآن کریم دل میں انابت رکھنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ تو کسی قسم کے سوال و جواب کی ضرورت نہیں رہتی۔

پنجم:۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (پ۲۱: روم: ع۴) یہی ہے فطرت اللہ کی جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی فطرت کو تبدیلی نہیں یہی ہے سیدھا راستہ مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ سب لوگ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسی سے ڈرو اور شرک کرنے والوں سے نہ بنو۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ توحید انہی کی سمجھ میں آتا ہے جن کے دلوں میں انابت الی الحق ہو اور جو اپنے مشرکانہ عقیدہ پر ضد کرے یا مسئلہ توحید کو قدرے لے بلکہ اسے بیان کرنا پسند نہ کرے وہ تو اس مسئلہ کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

حصّہ دوم در بیان فوائد متعلقہ معانی و الفاظ قرآن

فائدہ (۱) مضامینِ قرآن

قرآن مجید میں کل چھ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ توحید۔ رسالت۔ قیامت۔ احکام۔ تخویف اور بشارت۔ باقی دلائل بطور شواہد اور قصص بطور عبرت اور تذکیر بایام اللہ بیان کئے گئے ہیں۔ قیامت کا ذکر بسلسلہ تخویف اخروی آئیگا۔ احکام جماعت مسلمین کو ایک نظام کے تحت منظم کرنے کے لئے بیان کئے جائیں گے اور رسالت کا بیان توحید کے لئے ہوگا تو گویا مقصود اصل توحید ہے باقی سب اس کے توابع ہیں۔

فائدہ (۲) قرآن میں توحید کا بیان

قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں توحید کا بار بار بیان بالکل اسی طرح ہے جس طرح ذی الحجہ کی ساتویں، نویں اور گیارہویں تاریخوں کو احکام حج بیان کرنے کے لئے تین خطبے دئیے جاتے ہیں جو احکام ساتویں تاریخ کو بیان کئے جاتے ہیں۔ نویں تاریخ کو یاد دہانی اور تاکید کے طور پر انہی کا اعادہ کیا جاتا ہے اور مزید احکام بھی بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر گیارہویں تاریخ کو ساتویں اور نویں تاریخ کے احکام ہی کا تکرار اور کچھ مزید خصوصی احکام کا ذکر ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک سورت کے مضامین توحید کو دوسری سورت میں بطور تاکید و توضیح بیان کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی سورت کی خصوصیت بیان بھی مذکور ہوتی ہے۔

فائدہ (۳) شرک اعتقادی اور فعلی

قرآن مجید میں شرک فعلی کی نفی بہت کم اور شرک اعتقادی کی نفی بہت زیادہ کی گئی ہے حالانکہ لوگوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لوگوں میں اگرچہ شرک اعتقادی کے مقابلے میں شرک فعلی زیادہ ہے لیکن اوّل الذکر چونکہ آخر الذکر کا مبدا ہے اس لئے قرآن مجید مبدا کو دُور کرتا اور جڑ کو اکھیڑتا ہے تاکہ اس پر کوئی چیز متفرع نہ ہو اور اس پر کوئی شاخ نہ پھوٹ سکے۔ اس لئے قرآن مجید میں شرک اعتقادی جو شرک فعلی کی جڑ ہے کا زیادہ سے زیادہ رد کیا گیا ہے۔

فائدہ (۴) مضامین قرآن کی ترتیب

قرآن مجید میں اکثر مضامین کا طریقہ ذکر یہ ہے۔ پہلے تمہید ہوتی ہے پھر اصل مضامین یا دعوے ذکر کئے جاتے ہیں پھر لف و نشر مرتب یا غیر مرتب کے طور پر ان مضامین کا اعادہ کیا جاتا ہے یا قصص واقعات کو ان پر بطور مذکور متفرع کیا جاتا ہے یا ثمرات و نتائج کو اسی طریق سے بیان کیا جاتا ہے۔ مضامین کا یہ طریق بیان سورۂ مائدہ سے لیکر حوامیم سبعہ کے آخر تک برابر جاری چلا گیا ہے۔ اس کے بعد بھی کم و بیش کہیں کہیں یہ طرز بیان پایا جاتا ہے۔

فائدہ (۵) توحید اور علم معانی و بیان

مسئلہ توحید کے بیان میں میں علم بلاغت کے تمام طریقوں سے کام لیا گیا ہے۔ علم بلاغت کے تین فن ہیں۔ علم بیان۔ علم معانی اور علم بدیع۔ مسئلہ توحید کو ایک ایک سورت میں مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی علم بیان کا مقصد ہے اور ہر موقع پر مخاطبین کے حالات کے مطابق ان سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہی علم معانی کا ماحصل ہے اور پھر ہر جگہ کلام کو سجع۔ فواصل اور صنائع سے مزین کر کے لایا گیا ہے جس سے علم بدیع کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

فائدہ (۶) خطاب عام

قرآن مجید میں بعض جگہ خطاب جنس مخلوق کو ہوا کرتا ہے اور انسان، جن، اور ملائکہ سب کو شامل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ وَمَا اَنْتُمْ لَہٗ بِخَازِنِيْنَ (پ ۱۴۔ حجر ع ۲) ای جنسکم یہاں اَنْتُمْ کا خطاب صرف انسانوں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ جنوں اور فرشتوں کو بھی شامل ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں ان میں سے کسی کے قبضے میں بھی نہیں ہیں۔

۲۔ قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی الخ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ع ۱۱) یہاں بھی جنس مخلوق مراد ہے۔

۳۔ مَاکان لکم ان تنبتوا شجرھا الخ (پ ۲۰ نمل ع ۵) یعنی کسی فرد بشر، کسی پیر فقیر۔ کسی جن اور فرشتے کو قدرت نہیں کہ یہ کھیت یہ باغات اور قسم قسم کے درخت اُگا سکے یہ کام تو قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے۔

۴۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ (پ ۲۰ نمل ع ۷) ای جنسھم یعنی ہر چیز کو پیدا کرنیوالا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور پیدا کرنے کے بعد تمام تصرفات و اختیارات اس نے اپنے قبضے میں رکھے ہوئے ہیں لَهُمْ کی ضمیر غائب عام ہے یعنی کسی انسان (نبی ہو یا ولی) جن اور فرشتے کو اس نے مختار نہیں بنایا کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے۔

۵۔ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ (پ ۲۳۔ یٰس ع ۳) یہاں بھی جنس مخلوق مراد ہے یعنی مردہ زمین کو زندہ کرنا۔ سرسبز و شاداب کھیتیاں پیدا کرنا اور باغات کو پھلدار کرنا یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ کسی انسان، فرشتہ یا جن کی دستکاری نہیں۔

فائدہ (۷) قسم کا بیان

قسم کی چار قسمیں ہیں۔

قسم اوّل۔ مقسم بہ کو عالم الغیب اور متصرف و مختار سمجھ کر قسم کھائی جائے اور مقسم بہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اسے میرے حالات کی خبر ہے اور وہ مجھے نفع نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے۔ ایسی حلف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس اعتقاد سے غیر اللہ کی قسم کھانا شرک اور کفر ہے۔ عوام کالانعام میں اس قسم کا عام رواج ہے۔ وہ قسم اٹھوانے کے لئے کسی فقیر کی قبر پر لے جاتے ہیں اور مزار کے کمرے کی زنجیر یا اس کے تالے کو ہاتھ لگواتے ہیں۔ یا اس کی طرف منہ پھیر کر اس سے یہ الفاظ کہلواتے ہیں کہ اگر میں جھوٹ بولوں تو یہ بزرگ میرا بیڑہ تباہ کردے۔ اس طرح کی قسم اٹھوانے والا اور قسم کھانیوالا ہردو کافر ہوجاتے ہیں اور یہ کفر تو کفار مکہ کے کفر سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ وہ مذکورہ بالا عقیدے کے تحت صرف اللہ ہی کے نام کی قسمیں کھاتے تھے جیسا کہ ارشاد ہے وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ **قسم دوم ؛** بعض اوقات کسی مدعا کے اثبات کے لئے مقسم بہ کو بطور دلیل اور شاہد پیش کیا جاتا ہے اور یہ قسم غیر اللہ کی بھی جائز ہے علامہ چلپیؒ نے حاشیہ مطول میں اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے الفوز الکبیر میں اس قسم کی حسب ذیل مثال بیان کی ہے۔ قسم بہ لب میگون تو و زلف شبگون تو کہ محبوب دلربائی۔ اس میں سرخ لبوں اور سیاہ بالوں کو اس کے محبوب ہونے پر بطور شاہد پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کے آخری پارے میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں جیسا کہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ میں زمانے کو مابعد کے مضمون پر بطور شاہد لایا گیا ہے۔

قسم سوم : کبھی الفاظ قسم کو دعا کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے مثلاً لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (پ۱۴۔ حجر ۵۶) یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح عرف عام میں کہتے ہیں تیری زندگی کی قسم یعنی خدا کرے تمہاری زندگی دراز ہو۔

قسم چہارم : کبھی قسم کو بد دعا کے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ قسم کھا کر اہل مکہ سے خطاب کرتے ہیں ؎

ثکلت بنیتی ان لم تروھا ؛ تثیر النقع من طرفی کداء۔ ھا ضمیر کا مرجع گھوڑے ہیں جن کا ذکر پہلے اشعار میں آچکا ہے اور تروا میں خطاب اہل مکہ سے ہے اور کداء ایک پہاڑی کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے اہل مکہ اگر تم ان گھوڑوں کو کداء پہاڑی کے دونوں طرف گرد و غبار اڑاتے نہ دیکھو تو میں اپنی بیٹی کا غم دیکھوں۔ یعنی اگر میں جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ نعمت چھین لے۔ گویا حضرت حسانؓ نے اس نعمت کے چلے جانے کی قسم کھائی تھی۔ اسی لئے فتح مکہ کے دن حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کداء پہاڑی کے دونوں طرف سے گھوڑوں کو لاؤ اور فرمایا آج ہم نے حسان بن ثابت کی قسم پوری کردی۔

فائدہ (۸) دفع عذاب کیلئے تین باتیں

قرآن مجید میں جہاں کہیں عذاب کی دھمکی آئی ہے وہاں عذاب سے بچنے کے لئے تین باتیں بیان کی گئی ہیں۔ شرک سے بچنا۔ شرک کے ماسوا بھی ظلم نہ کرنا اور احسان کرنا۔ یہ تینوں امور یا تو ایک ہی جگہ مذکور ہوں گے جیسا کہ سورۂ مومنون۔ ابتداء سورۂ نحل، حٰم شوریٰ کے آخر میں یا متفرق طور پر جیسا کہ سورۂ نساء کی ابتداء سے پانچویں پارے کے پہلے ربع تک امر ثانی کا بیان ہے پھر اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا سے امر اول اور امر ثالث بیان کئے گئے ہیں۔

فائدہ (۹) منکرین کی اصلاح کیلئے تین باتیں

منکرین دعویٰ کی اصلاح اور دعویٰ ماننے والوں کے اطمینان کے لئے قرآن مجید میں تین طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔

پہلا طریقہ :۔ منکرین دعویٰ جس زر و مال اور ظاہری جاہ و جلال پر مغرور ہو کر حق کا انکار کرتے اور اسے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مال و جاہ کی قلت اور حقارت بیان کی جاتی ہے تاکہ منکرین اس حقیر دولت کی وجہ سے غرور نہ کریں اور حق کی طرف مائل ہوجائیں اور مومنوں کے دل بھی مطمئن ہوجائیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (پ ۲۴۔ مومن ۱۶) اللہ تعالیٰ کی آیات میں منکرین ہی جھگڑا کرتے ہیں تو شہروں میں ان کا چلنا پھرنا آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالدے یہاں تقلب مصدر تقلیل اور تحقیر کے لئے جیسا کہ علامہ رضی نے مصدر کے متعلق لکھا ہے یعنی ان لوگوں کے معمولی اور چند روزہ تقلب سے دھوکہ نہ کھانا۔

دوسرا طریقہ : منکرین دعویٰ کو دھمکی دی جاتی ہے کہ جس مال و دنیا پر تم مغرور ہو کر حق کے دشمن بن چکے ہو اسی مال و دولت کی وجہ سے دنیا میں تم کو عذاب دیا جائیگا جیسا کہ پہلی قوموں کو عذاب دیا گیا۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پ ۲۴۔ مومن ۱۶) ان سے پہلے قوم نوحؑ جھٹلا چکی ہے اور اس کے بعد کئی جماعتیں اور ہر امت نے اپنے رسولؐ کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے پکڑیں اور باطل سے جھگڑنے لگے تاکہ اس سے حق کو گرادیں پس میں نے انھیں پکڑ لیا۔ دیکھو میرا عذاب کس قدر سخت ہے یعنی ان امم سابقہ کو اس لئے تباہ و برباد کیا گیا کہ وہ دنیا پر مغرور ہو کر حق کو دبانا چاہتے تھے۔

تیسرا طریقہ :۔ اسی غرور دولت کی وجہ سے اللہ تعالےٰ آخرت میں بھی ان کو عذاب دے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے، وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (حوالہ مذکور) اسی سبب سے منکروں پر تیرے رب کی بات پوری ہوچکی کہ وہ دوزخی ہیں۔ اس آیت میں كَذٰلِكَ بمعنی لِذٰلِكَ ہے یعنی کاف تعلیلیہ ہے۔ کما فی روح المعانی یعنی اسی دولت دنیا پر مغرور ہو کر حق کا انکار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ ان پر صادق ہے کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

تنبیہ : یہ تینوں طریقے کہیں تو قرآن مجید میں مذکورہ بالا طرز پر بالترتیب مذکور ہوتے ہیں اور کہیں اس کے برعکس جیسا کہ سورۂ کہف ع ۴ کی آیت ذیل میں ہے۔

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ؕ

ترجمہ :- آپ کہہ دیجئے اللہ ان کے ٹھہرنے کی مدت کو اچھی طرح جانتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی باتوں کا علم بھی اسی کے پاس ہے۔ وہ کس قدر دیکھنے اور سننے والا ہے بندوں پر اسکے سوا کوئی مختار نہیں اور وہ اپنے غائبانہ علم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

یہاں اصحاب کہف کے قصے کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے کہ آسمانوں اور زمین کا غیب جاننے والا، ہر جگہ حاضر و ناظر، ہر ایک کی آواز سننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اصحاب کہف وغیرہ نہیں ہیں اور اللہ کے حکم میں کوئی شریک نہیں۔ اس کے بعد وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ میں آپ کو حکم دیا گیا کہ جو لوگ اس عقیدہ پر پختہ ہیں آپ ان کے ساتھ رہیں اگرچہ اس وجہ سے آپ کو مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ الخ میں فرمایا چند روزہ دنیوی زیب و زینت کی وجہ سے انکا ساتھ نہ چھوڑیں

فائدہ (۱۰) شانِ نزول

یہ اپنی جگہ درست ہے کہ نزول قرآن کے وقت اکثر ایسا ہی ہوا ہے کہ کوئی واقعہ پیش آ گیا۔ اس کا حکم معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس بارے آیتیں نازل ہو گئیں جن سے اس واقعہ کا حکم معلوم ہو گیا لیکن ایسی آیتوں کا حل اور ان کی تفسیر اس مخصوص واقعہ پر منحصر نہیں ہو گی کیونکہ مشہور قاعدہ ہے۔ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المعنیٰ اگر ایسی آیتوں کو ان واقعات سے مخصوص کر دیا جائے تو اس سے قرآن مجید کے سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئیگی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں - اضر الاشیآ فی فهم القرآن شان النزول۔ علاوہ ازیں اکثر واقعات ظنی ہوتے ہیں جو بنی اسرائیلی فطرت کے لوگوں کے مشہور کردہ ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ایسے واقعات بکثرت مذکور ہیں اس لئے آیات کا حل شان نزول پر موقوف نہیں، بلکہ سیاق و سباق کے پیش نظر آیتوں کو حل کرنا چاہیئے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ شان نزول کے تمام واقعات قابل رد اور جھوٹے ہیں اور تفسیر میں ان کو ذکر کرنا جائز نہیں۔

فائدہ (۱۱) تعارض

بعض آیتوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ ع ۳ میں ہے

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

وہ وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف تو درست کر کے بنا دیا ان کو سات آسمان۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین اور اس کی تمام اشیاء آسمان سے پہلے بنائی گئی ہیں۔ اور سورۂ نازعات ع ۳ میں ہے۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا ۫ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۪ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ

بھلا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا۔ اللہ نے اس کو اس طرح بنایا کہ اس کی چھت کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا۔ اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کا پیدا کرنا اور اس کا پھیلانا آسمانوں کی پیدائش کے بعد ہوا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ خلق ارض تو آسمانوں کی پیدائش سے پہلے ہوا لیکن دَحْوِ ارض یعنی اسکا پھیلانا خلق سماء سے بعد ہوا اس لئے دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اور ایک جواب یہ ہے جو اس سے سہل ترین ہے کہ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا میں بَعْدَ بمعنیٰ ثُمَّ برائے تعقیب ذکری ہے تو اس صورت میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اور آیت کے معنی یوں ہونگے۔ اللہ ہی نے آسمان پیدا کیا۔ اسے بلند بنایا۔ اس کی رات کو تاریک اور دن کو روشن کیا اس کے بعد یہ بھی سن لو کہ زمین کو بھی اس نے پھیلایا۔ کیا تمہارا دوبارہ پیدا کرنا ان تمام کاموں سے زیادہ سخت ہے۔

فائدہ (۱۲) قانونِ حصر

علامہ رضی نے لکھا ہے کہ جب کلام کے کسی ایک حصے میں کلمہ حصر ہو تو اس کلام کے باقی حصے حصر پر ہی محمول ہوں گے۔ اسی بناء پر قرآن مجید میں جب دعویٰ پر عقلی دلیل ذکر کی جاتی ہے اور اس کے کسی حصے میں حصر ہو تو اس دلیل کے تمام اجزاء اور متعلقات میں حصر ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (پ ۱ - بقرہ ع ۳)

ترجمہ :- اے لوگو اپنے اس رب ہی کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم بچ جاؤ۔ وہی رب جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنا دیا۔ اور آسمان سے مینہ برسا کر اس کے ذریعے تمہارے لئے پھلوں کی روزی پیدا کی اس لئے تم اللہ کے لئے شریک نہ بناؤ ؛ حالانکہ تم جانتے ہو۔

اس کے بعد اسی دلیل پر بیان ذیل کو مرتب فرمایا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا تم کس طرح اللہ سے کفر کرتے ہو حالانکہ تم معدوم تھے ۔ اس نے تمہیں زندگی عطا کی۔ پھر وہ تمہیں مارے گا پھر زندہ کریگا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے۔ وہ وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے پیدا کیں۔ اس آیت میں هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ میں چونکہ حصر ہے اور یہ آیت پہلی دلیل عقلی ہی سے متعلق ہے اس لئے اس دلیل کے تمام اجزا حصر پر ہی محمول ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ ان تمام کاموں کا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے اور سب کچھ جاننے والا بھی وہی ہے۔

فائدہ (۱۳) تحقیق معنی الحمد للہ

قرآن مجید کے مختلف مقامات میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی ترکیب وارد ہوئی ہے جن کے مطالعہ سے اس کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

اوّل : وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۲۵ جاثیہ ع ۴) یعنی تمام زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے۔ کسی نبی۔ ولی۔ فرشتہ۔ جن وغیرہ کے لائق نہیں۔ اس کے بعد تخویف اخروی ذکر کر کے سورت کے آخر میں فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ کو بطور تفریع لایا گیا ہے کہ جب تمام زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔ تو تعریفیں بھی اللہ ہی کے لائق ہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور ہر چیز پر غالب ہے۔ اس مقام سے یہ معلوم ہوا کہ معنی یوں ہوگا کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اور انکا مالک ہونا اور ہر چیز پر غالب ہونا صرف اللہ جل شانہ کے لائق ہے۔

دوم : (پ ۲۳ : الصّٰفّٰت : ع ۵) سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؞ اور پ ۱۹ : نمل : ع ۴) میں ہے۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؞ ان ہر دو مقامات میں یہ مراد ہے۔ کہ مشرک اللہ کے سوا غیروں کو پکارتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام انھیں شرک سے روکتے ہیں اور وہ مشرک جب شرک سے باز نہیں آتے تو اللہ جل شانہٗ ان قوموں پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور اپنے رسولوں کو عذاب سے بچا لیتا ہے۔ رسولوں کو عذاب دینے کی طاقت نہیں بلکہ ان کا کمال تو یہ ہے کہ خود عذاب الٰہی سے بچائے جاتے ہیں۔ پس غائبانہ حاجات کے لئے پکارا جانا مشرکین کو ہلاک کرنا اور رسولوں کو عذاب سے بچا لینا۔ یہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ؞ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ ۷ : س انعام : ع ۵)

جب انہوں نے اس (مسئلہ توحید) کھلا دیا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تو ہم نے ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے۔ حتیٰ کہ جب دی ہوئی چیز پر خوش ہوگئے تو ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا۔ تو وہ نا امید ہوگئے۔ پس مشرک قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں جو جہانوں کا رب ہے۔

یہاں مراد یہ ہے کہ جب منکرین اپنے شرک سے باز نہیں آتے تو اللہ جل شانہٗ انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔ اور جن معبودوں پر اعتماد ہوتا ہے وہ انھیں چھڑا نہیں سکتے۔ پس اس مقام پر الحمد للہ کا معنے یہ ہوگا۔ کہ مشرکوں کو تباہ کرنا اور غائبانہ حاجات میں پکارا جانا اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے۔

پانچ سورتوں کی ابتداء میں الحمد للہ کا لفظ آیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف۔ سبا۔ فاطر۔ ان تمام سورتوں میں الحمد للہ کے بعد وہ تمام صفات بیان کی گئی ہیں جو ما فوق الاسباب ہیں یعنی ہر شے کو جاننا۔ ہر شے پر غالب ہونا۔ ہدایت کے لئے کتاب اتارنا۔ پیدا کر کے پالنا وغیرہ۔ یہ تمام صفات جلیلہ اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں کسی دوسرے کے لائق نہیں۔ ان صفات کی قدرے تفصیل پ۲۷ نجم ع ۳ : میں اِنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى سے وَثَمُوْدَ فَمَاۤ اَبْقٰى ... تک میں مذکور ہے۔ یعنی خوشی اور غم پہنچانا۔ زندہ کرنا یا مارنا۔ تنگدست یا غنی کرنا یہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں اور قیامت کے دن بھی کہیں گے کہ اے خدا یہاں بھی سب کچھ تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے۔

فائدہ (۱۴) تحقیق لفظ سبحان اللہ

سُبْحَانَ کے معنی اگرچہ پاکیزگی کے ہیں۔ لیکن ہر شے کی پاکیزگی اس کے حال کے مناسب ہوتی ہے۔ مسجد کا پاک ہونا۔ انسان کا پاک ہونا۔ کپڑوں کا پاک ہونا ہر ایک کے حالات کے مناسب ہوگا لہٰذا اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر چیز سننے جاننے غائبانہ حاجات میں حاجت روا ہونے میں کوئی نبی۔ ولی۔ فرشتہ شریک نہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنی صفات میں پاک ہے ان شریکوں سے جو لوگوں نے اپنے خیال سے بنالئے ہیں۔ جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ؞ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؞ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور سُبْحَانَ اللّٰهِ کا حاصل معنی ایک ہی ہے۔

فائدہ (۱۵) ذکر اللہ کا مقصد

عام لوگ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ تسبیح کے دانوں یا انگلیوں پر خدا کا نام بار بار پڑھنا ہی اللہ کا ذکر ہے۔ اس کے لئے لوگوں نے وظائف اور وقت مقرر کئے ہوئے ہیں۔ جو کسی طرح ناغہ

نہیں کرتے۔ یہ مطلب انھوں نے قرآن مجید کی ایک آیت اور ایک حدیث سے سمجھ لیا ہے۔

آیت فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

حدیث:۔ اِذَا ذَكَرَنِيْ عَبْدِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ وَاِذَا ذَكَرَنِيْ عَبْدِيْ فِيْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِيْ مَلَاٍ خَيْرٍ مِّنْهُ

اس سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے الفاظ بلند آواز اور خوش الحانی سے جماعت کے ساتھ مل کر پڑھنا ہی خدا کا ذکر ہے لیکن قرآن مجید کی اکثر آیات جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تنگی و فراخی اور دیگر غائبانہ حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ یہ معنیٰ مندرجہ ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

اوّل یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (پ ۲۲۔ احزاب۔ ع ۶) اس آیت کے آخری حصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذکر سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر وقت صبح و شام لوگوں کے بنائے ہوئے شریکوں سے تنزیہ اور پاکیزگی بیان کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب، حاضر و ناظر اور غائبانہ حاجات میں حاجت روا ہونے میں تمام شریکوں سے پاک ہے۔

دوم وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا (پ ۲۹۔ مزمل ع ۱)

اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے قطع تعلق کر کے اس کی طرف ہو جا وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا دوسرا کوئی کارساز نہیں پس اسی کو کارساز سمجھو غیر اللہ کو کارساز سمجھنے سے علیحدہ ہو جاؤ اور صرف اسی ایک اللہ کو کارساز سمجھو۔

سوم وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا (پ ۲۹۔ دہر ع ۲)

صبح و شام اپنے رب کا نام یاد کر اور رات میں اس کے سامنے سجدہ کر اور لمبی رات میں اس کی پاکی بیان کرو۔

جب اس آیت کو سورۂ احزاب کی مذکورہ آیت سے ملایا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ غائبانہ حاجات میں ہر وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کے آگے سجدے کئے جائیں

چہارم:۔ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ پ ۲۴۔ زمر ع ۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب غائبانہ حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جاتا ہے تو مشرکوں کے دل تنگ اور متنفر ہوتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے پیروں فقیروں کو بھی پکارا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں

اس معنے کی تائید میں:۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا (پ ۲۴۔ مومن۔ ع ۳)

یہ صرف اس لئے ہے کہ جب صرف ایک ہی خدا کو پکارا جاتا ہے تو تم کفر کرتے ہو اور جب اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرایا جائے تو مان لیتے ہو

پنجم اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (پ ۱۳ رعد۔ ع ۴)

وہ جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ہاں خدا کے ذکر ہی سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

ششم هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ (پ ۱۷: انبیاء: ع ۲)

یعنی سب پیغمبروں (علیہم السلام) کا ذکر (مسئلہ توحید) ایک ہی تھا۔

ہفتم فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ (پ ۱۸: نور: ع ۵)

یعنی بعض جگہوں میں صبح و شام اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے وہ جگہیں اور وہاں اللہ کو پکارنے والے اللہ کو محبوب ہیں

بعض مقامات میں ذکر سے مراد قرآن مجید بھی آیا ہے کیونکہ اس میں مسئلہ توحید کا بیان ہے۔

ہشتم وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (پ ۱۴: نحل: ع ۶)

ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا۔ تاکہ جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے بیان فرمادیں تاکہ وہ سوچیں۔

اس کی تائید میں ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ (پ ۱۷: انبیا: ع ۱)

ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی۔ اس میں تمہارا ذکر ہے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہی کو غائبانہ حاجات میں پکارا جائے۔ حاضر و ناظر۔ نفع و نقصان کا مالک اور غائبانہ حاجات میں حاجت روا سمجھا جائے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ ذکر انبیاء علیہم السلام نے کیا ہے اور اگر یہ ذکر جو قرآن سے معلوم ہوتا ہے نہ ہو تو حجروں میں تسبیح کے ہزاروں منکے گن ڈالے جائیں یا جماعتوں میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا شور مچایا جائے تو کچھ فائدہ نہیں۔

قرآن پاک میں ذکر اللہ کے لئے کبھی فقط لفظ سبیل اللہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر اہل کتاب و منافقین پر زجریں ہوتی ہیں کہ یہ لوگ سبیل اللہ سے روکتے ہیں۔ نیز یہ بھی آتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیا جائے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کے مسئلہ توحید کی اشاعت کے لئے جہاد کیا جائے۔ اس تحقیق سے یہ معلوم ہوگیا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ذِكْرُ اللّٰهِ سے مقصد ایک ہی ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کو مافوق الاسباب امور میں حاجت روا اور متصرف سمجھنا۔

فائدہ (۱۶) لفظ دُوْنَ کی تحقیق

قرآن مجید کے تراجم میں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا ترجمہ (اللہ کے سوا) کیا گیا ہے۔ اس سے آجکل کے شرک و بدعت کے مبلغ ملاؤں نے ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام کو فریب اور دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں شرک تب ہوتا ہے جب صرف غیر خدا ہی کو پکارا جائے اور صرف غیر خدا ہی کی عبادت کی جائے اور غیر خدا کی عبادت اور پکار کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کی جائے اور اسے بھی پکارا جائے تو یہ شرک نہیں نیز ان کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین مکہ کا شرک یہ تھا کہ وہ صرف غیر اللہ کی عبادت اور پکار بجالاتے تھے لیکن اللہ کی عبادت نہیں کرتے تھے حالانکہ یہ سراسر غلط اور نصوص سر آنیہ کا خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے کہ مشرکین اپنے دیگر معبودوں (انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام، ملائکہ، جنات وغیرہ کے

علاوہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے تھے اور مصیبتوں میں اسے پکارتے بھی تھے۔ بلکہ بڑے بڑے مشکل کاموں میں وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے مثلاً دریاؤں اور سمندروں میں کشتیوں اور جہاز ط کو صحیح سالم کنارے لگانا وغیرہ۔ لیکن اس کے باوجود یہ لوگ مشرک تھے تو معلوم ہوا کہ شرک یہ نہیں کہ صرف غیر اللہ کو پکارا جائے بلکہ شرک یہ ہے کہ اللہ کے سوا غیروں کو بھی مافوق الاسباب طریق پر پکارا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو حکم دیا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ابوجہل نے سرداران قریش سے مشورہ کرکے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صلح کی یہ تجویز پیش کی کہ آپ ایک دن مشرکین کے معبودلات کی عبادت کر لیا کریں اور اسے حاجات میں پکارا کریں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے بزرگوں کے خلاف نہیں ہیں۔ اس پر سورۂ الکافرون نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاف صاف اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں تمہارے باطل اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت کروں اور ان کو پکاروں۔ اسی طرح ایک جگہ فرمایا

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (پ ۱۵۔ کہف ع ۴) — آپ ان لوگوں کے ساتھ رہیں جو صرف اپنے رب ہی کو پکارتے ہیں۔

اس میں حصر مراد ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (پ ۲۴ مومن ع ۶) — (اس کے معنی اس طرح ہوں گے) تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے ہی پکارو۔ میں ہی (تمہاری دعا) قبول کروں گا یعنی قبول کرنے کی طاقت مجھے ہی ہے بیشک جو لوگ میری عبادت اور پکار سے سرتابی کرتے ہیں یعنی صرف مجھے نہیں پکارتے بلکہ میرے ساتھ اوروں کو بھی پکارتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس قسم کی تمام آیتوں میں حصر مراد ہے۔ اگر ان آیتوں میں حصر کے معنی نہ لئے جائیں تو ان آیتوں میں کوئی افادیت باقی نہیں رہتی کیونکہ مطلقاً اللہ کی عبادت اور اس کی پکار تو مشرکین بھی بجالاتے تھے اور قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو نہ اس کے سوا کسی اور کو پکارو یہی چیز ہے جس سے مشرکین بھاگتے ہیں

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (پ ۲۴۔ زمر۔ ع ۵) — اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ (پ ۲۴۔ مومن۔ ع ۲) — جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ امام المترجمین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر نے بعض جگہوں میں دون کا ترجمہ "ورے" سے کیا ہے۔ چنانچہ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا (پ ۱۶ کہف ع ۱۱) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ یہاں تک کہ جب پہنچا دو آڑ کے بیچ پائی ان سے ورے ایک قوم لیکن جہاں غیر اللہ کی عبادت اور پکار کے مقامات میں لفظ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وارد ہوا ہے وہاں اس کا ترجمہ "ورے" سے نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ لفظ قرب مکانی پر دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس قسم کی دوری اور نزدیکی سے پاک ہے۔ بلکہ اس کا ترجمہ "سوا" سے کیا جائے گا اور اس میں تمام غیر اللہ داخل ہیں خواہ آسمان کے فرشتے ہوں یا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام۔ نیز جب ایک آدمی غیر اللہ کی عبادت کر رہا ہو اس وقت وہ اللہ کی عبادت نہیں کر رہا اس وقت تو صرف غیر اللہ کی عبادت ہی ہو رہی ہوگی اس لئے بھی دون کے معنی "سوا" ہی کے ہوں گے۔

فائدہ (۱۷) لفظ "الکتاب" سے مراد

اگر لفظ الکتاب سورت کی ابتداء میں آئے تو اس سے مراد قرآن مجید ہوتا ہے جیسا کہ ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ یا اس سے وہی سورت مراد ہوتی ہے جس کی ابتداء میں یہ لفظ آئے جیسا کہ سورہ یونس، یوسف اور شعراء کی ابتداء میں ہے تلک اٰیٰت الکتب۔ اور بعض جگہوں میں اس سے اس سورت کا دعویٰ مراد ہوتا ہے جس کی ابتداء میں یہ لفظ وارد ہو۔ جیسا کہ حم مومن کے شروع میں ہے تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اس سے اس سورت کا دعویٰ مراد ہے۔ جو آگے فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں ذکر کیا گیا ہے اسی طرح سورۂ زمر میں بھی الکتب سے اس سورت کا دعویٰ مراد ہے اور اگر لفظ الکتاب سورت کے درمیان آجائے اور وہاں اہل کتاب کا ذکر ہو تو اس سے کتب سابقہ مراد ہوں گی۔ جیسا کہ اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا (پ ۸۔ انعام ع ۲۰) میں الکتاب سے تورات اور انجیل مراد ہے اور اگر الکتاب کی صفت مبارک یا مصدق آجائے تو اس سے مراد قرآن مجید ہوگا۔

فائدہ (۱۸) الکتاب اور قرآن میں فرق

اگر یہ دونوں لفظ کسی سورت کی ابتداء میں آجائیں جیسا کہ سورۂ حجر کے شروع میں ہے تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ تو الکتب سے کتب سابقہ مراد ہوں گی یعنی اس سورت میں وہ مضامین مذکور ہیں جو کتب سابقہ میں تھے اور قرآن سے وہ مضامین مراد ہوں گے جو صرف قرآن مجید میں مذکور ہیں اور کتب سابقہ میں ان کا ذکر نہیں تھا۔

فائدہ (۱۹) لفظ حکیم اور مبین میں فرق

جس سورت کی ابتداء میں الکتاب کی صفت حکیم آئے اس میں تمام عقلی دلائل مذکور ہوں گے جیسا کہ سورۂ یونس اس میں کتاب کی صفت حکیم آئی ہے تلک اٰیٰت الکتب الحکیم اس لئے اس میں عقلی دلائل مذکور ہیں اور اگر الکتاب کی صفت مبین ہو تو اس میں نقلی دلائل ذکر کئے جائیں گے۔ سورۂ یوسف کے شروع میں ہے۔ تلک اٰیٰت الکتاب المبین اس میں کتاب کی صفت مبین آئی ہے اس لئے اس میں نقلی دلائل ذکر کئے گئے ہیں۔

سوال سورۂ یونس ع ۸ میں وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ الخ سے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو بظاہر دلیل نقلی معلوم ہوتی ہے حالانکہ اس کی ابتداء میں "کتاب" کی صفت "حکیم" آئی ہے اسیطرح سورۂ شعراء ع ۱ میں ہے أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ جو بظاہر دلیل عقلی ہے حالانکہ اس کی ابتداء میں "کتاب" کی صفت "مبین" وارد ہوئی ہے۔ یہ دونوں باتیں قاعدہ بالا کے خلاف ہیں۔

جواب :۔ سورۂ یونس میں مذکورہ آیت دلیل نقلی کے طور پر نہیں آئی بلکہ دنیوی تخویف کے طور پر آئی ہے اگر دلیل نقلی ہوتی تو اس کے ساتھ دعویٰ بھی ضرور مذکور ہوتا۔ جیسا کہ سورۂ مومنون ع ۲ میں ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔ علیٰ ہذا سورۂ شعراء کی محولہ بالا آیت سے مقصود تخویف دنیوی ہے اگرچہ اس کے ضمن میں دلیل عقلی بھی ہے جیسا کہ اس سے پہلی آیت فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ صراحۃً اس پر دلالت کر رہی ہے۔

فائدہ (۲۰) روح سے مراد

قرآن مجید میں لفظ "روح" مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی بعض جگہ روح سے جان مراد ہے جس پر جاندار کی زندگی کا مدار ہے۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل ع ۹) بعض جگہوں میں روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۱-۳۲) اور تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا (پ ۳۰۔ قدر) دونوں آیتوں میں روح سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ دوسری آیت میں تعمیم کے بعد تخصیص سے جبرئیل علیہ السلام کے مزید شرف کا اظہار مقصود ہے۔

بعض جگہ روح سے مراد وحی (حکمنامہ) یعنی مسئلہ توحید ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ (پ ۱۴۔ نحل ع ۱) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا حکمنامہ اتارتا ہے وہ یہ کہ ڈراؤ لوگوں کو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم مجھ سے ڈرو۔ یہاں روح سے یہ حکمنامہ مراد ہے۔ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا۔ اسی طرح (پ ۲۴۔ مومن ع ۲) میں ہے فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ اس کے بعد فرمایا يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ یہاں روح سے مراد ہے فادعوا اللہ الخ یعنی حاجات میں غائبانہ صرف اللہ ہی کو پکارو۔

فائدہ (۲۱) ماضی کے بعض صیغوں کی تحقیق

پارہ ۸ سورۂ انعام ع ۱۴ میں ہے وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ ترجمہ تمہیں کیا ہوا کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا گیا ہے تم اسے نہیں کھاتے ہو اور (اب) وہ تمہارے لئے حرام کردہ اشیاء کو تفصیل سے بیان کرنے لگا ہے۔ یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ فَصَّلَ ماضی کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ محرمات تفصیل کے ساتھ سورۂ انعام سے پہلے بیان ہو چکی ہیں حالانکہ سورۂ بقرہ اور سورۂ مائدہ بالاتفاق سورۂ انعام کے بعد نازل ہوئی ہیں بعض نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ اس سے سورۂ نحل میں بیان کرنا مراد ہے جو انعام سے پہلے نازل ہوئی تھی مگر اس میں ایک مزید اشکال ہے کہ نحل میں محرمات کا ذکر تفصیلی نہیں بلکہ بہت کم ہے اسلئے اس کی بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہاں ماضی کا صیغہ گذشتہ فعل کے لئے نہیں بلکہ آئندہ فعل کی ابتداء کے لئے ہے جس طرح سورہ نور کے بارے میں فرمایا سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (ترجمہ) یہ سورت ہے جسے ہم نازل کرنے اور اس کے (احکام) کو مقرر کرنے اور اس میں صاف صاف آیتیں نازل کرنے کو ہیں۔ تو یہاں ماضی کے صیغے ابتداء فعل کے لئے ہیں اسی طرح قَدْ فَصَّلَ کے معنی ہوں گے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) محرمات کی تفصیل کرنے کو ہے چنانچہ اس کے فوراً بعد محرمات کا بیان ہے۔

فائدہ (۲۲) امر کے بعض صیغوں کی تحقیق

بعض دفعہ امر کا صیغہ ایجاد فعل کے لئے نہیں بلکہ ابقاء فعل کے لئے آتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید بن حضیر سے فرمایا اقرأ یا ابن حضیر کاش اے ابن حضیر تو پڑھتا رہتا۔ از مولانا سید انور شاہ صاحب رح نقلاً عن شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہما اللہ تعالیٰ۔ اسی طرح ذیل کی آیتوں میں ہے

اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ (پ ۲۱۔ عنکبوت ع ۵) — جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی ہے آپ اسے پڑھتے رہیں۔

وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ (پارہ ۱۵۔ کہف ع ۴) — اور جو کتاب آپ کے رب کی طرف سے آپ کو وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے آپ اسے پڑھتے رہیں، اللہ کے کلمات (فیصلوں) کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

فائدہ (۲۳) لفظ مَا سے مراد

قرآن مجید کے بعض مقامات میں لفظ مَا سے مسئلہ توحید مراد ہے اس لئے ترجمہ میں اس کا صراحۃً ذکر کرنا چاہیئے۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:۔

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (پ ۲۴۔ مومن ع ۸) — جن لوگوں نے کتاب اور اس چیز (مسئلہ توحید) کو جس کے ساتھ ہم نے رسولوں کو بھیجا جھٹلایا وہ عنقریب جان لیں گے۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ (پ ۲۴ حم سجدہ ع ۱) — اور کہا انہوں نے (مکہ والوں نے) جس چیز (مسئلہ توحید) کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں۔

۳۱۔ اِذْجَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ (پ ۲۴۔ حم سجدہ ع ۲)

جب ان کے پاس ان کے رسول آگے سے بھی آئے اور پیچھے سے بھی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو وہ کہنے لگے اگر (کسی پیغمبر کا بھیجنا) اللہ کو منظور ہوتا تو وہ فرشتوں کو نازل کرتا اس لئے جو (مسئلہ توحید) دیکر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔

بعض جگہ ما سے مراد مشرکانہ اعمال ہیں۔

اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (پ ۲۴ مومن ع ۹)

کیا ان لوگوں نے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ لوگ تعداد میں اور قوت میں اور ان نشانیوں میں جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ان سے زیادہ تھے لیکن ان کی تمام کمائی (مشرکانہ اعمال) ان کے کام نہ آسکی۔

یہاں ما سے مراد اعمال مشرکانہ ہیں یعنی جو اپنے زمانے کے پیروں فقیروں کی نذریں نیازیں دیتے تھے اس خیال سے کہ یہ لوگ ہمیں مصیبت کے وقت چھڑالیں گے (از شاہ عبد القادر)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَیْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (۲۴پ۔ حم سجدہ ۲)

اور جو ثمود تھے ہم نے ان کو راہ بتلائی تو انھوں نے گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند کیا۔ پس اپنے کئے (مشرکانہ اعمال) کے سبب انھیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔

بعض جگہ ما سے گمراہ پیروں اور مولویوں کے بنائے ہوئے جھوٹے قصے وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ (مومن۔ ع ۹)

غرض جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے اس علم پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کے پاس تھا۔

یہاں ما سے مشرکانہ باتیں یعنی پیروں کے بنائے ہوئے جھوٹے من گھڑت قصے مراد ہیں اور بعض جگہ ما سے معبودان باطلہ مراد ہوتے ہیں جن کو مشرکین اپنی حاجات میں غائبانہ پکارتے تھے اور جن کے نام کی نذریں اور منتیں دیتے تھے۔

تَدْعُوْنَنِیْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ (مومن ع ۵)

تم مجھے اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کے معبود ہونے کا مجھے علم نہیں ہے۔

اس جگہ ما سے ان کے معبودان باطلہ مراد ہیں جن کو وہ پکارا کرتے تھے اور بہٖ میں ضمیر کا مضاف محذوف ہے ای بمعبودیتہ (جلالین) اور پارہ ۷، سورہ انعام ع ۹ میں ہے

وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا

اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک ٹھہرایا حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک بنایا ہے جن کے معبود ہونے پر اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔

اس میں ما سے مراد معبودان باطلہ ہیں اور بہٖ بمعنی بمعبودیتہ ہے۔

فائدہ (۲۴) لفظ ثُمَّ کا استعمال

قرآن مجید میں ثُمَّ تین معنوں میں استعمال ہوا ہے (۱) برے تراخی فی الزمان یا تعقیب زمانی (۲) برائے استبعاد اور (۳) برائے تعقیب ذکری۔

تراخی فی الزمان:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثُمَّ کا مابعد وقوع میں اس کے ماقبل سے متاخر ہے اس کی مثالیں بے شمار ہیں

ثُمَّ استبعادیہ:۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے ماقبل کی موجودگی میں اس کے مابعد کا وقوع عقل سلیم سے بعید ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (پ ۷؛ انعام ع ۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا (اس کے باوجود) پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اتنی خوبیوں اور صفتوں کا مالک ہے مگر اس کے باوجود مشرک لوگ اپنے معبودوں کو معبودیت میں اللہ کے برابر سمجھتے ہیں جو عقل سلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَضٰٓی اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ (ایضاً)

وہ وہی ذات ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور وقت مقرر اللہ ہی کے پاس ہے کیا پھر بھی تم شک کرتے ہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی موجودگی میں مسئلہ توحید میں شک کرنا عقل سلیم سے بعید ہے۔

ثُمَّ برائے تعقیب ذکری:۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اس کا مابعد اس کے ماقبل سے صرف ذکر میں موخر ہے خواہ وقوع میں وہ اس پر مقدم ہی ہو اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا مابعد اس سے ماقبل سے زمانے کے اعتبار سے بھی موخر ہی ہو بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا مابعد وقوع اور زمانے

گے لحاظ سے اس کے ماقبل سے پہلے ہو اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا کہ پہلی چیز کے بعد اب دوسری چیز کا ذکر بھی سن لو۔ مثلاً
وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (پ ۸۔ اعراف ع ۲) اس آیت میں ثُمَّ تعقیب ذکری کے لئے ہے اور ترجمہ اس طرح ہوگا اور البتہ ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور پھر یہ بات بھی سن لو کہ ہم ہی نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو۔" ایک اور جگہ ارشاد ہے
قَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ (پ ۶ نساء ع ۲۲) یہاں بھی ثُمَّ تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے بچھڑے کو معبود بنانے کا واقعہ عذاب صاعقہ سے پہلے واقع ہوا تھا اس لئے اس کا ترجمہ اس طرح ہوگا۔" انھوں نے کہا ہمیں خدا تعالےٰ سامنے دکھا دو پس ان کے ظلم کی وجہ سے انھیں ایک چیخ نے پکڑ لیا۔ پھر یہ بات بھی سن لو کہ انھوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا۔

فائدہ (۲۵) لفظ اِنَّمَا کی تحقیق

علمائے معانی نے لکھا ہے کہ اِنَّمَا کے معنی ہیں مَا اِلَّا۔ انما کا یہ مفہوم اپنی جگہ بالکل درست ہے لیکن قرآن مجید میں بعض جگہ یہ معنی مناسب نہیں مثلاً اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (پ ۲: بقرہ ع ۲۱) اس آیت میں اگر انما کو ما الا کے مفہوم میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مذکورہ بالا چیزیں ہی حرام ہیں اور ان کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں حالانکہ یہ مطلب غلط ہے۔ اسی طرح اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (پ ۱۴ حجر ع ۱) میں انما کو ما الا کے مفہوم میں لینا مناسب نہیں۔ اسی لئے علامہ رضی نے لکھا ہے کہ انما تحقیق کے لئے ہے اس صورت میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

فائدہ (۲۶) اِذْ کا بیان

اِذْ ظرفیت کے لئے ہوتا ہے اور اس کے بعد متصل جملہ اس کا مضاف الیہ ہوتا ہے۔ ظرف ہونے کی وجہ سے اس کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے، بعض مفسرین اس سے پہلے اذکر اس کا متعلق محذوف مانتے ہیں اذکر چونکہ فعل متعدی ہے اور اسے مفعول بہ کی ضرورت ہے اس لئے القصۃ اس کا مفعول محذوف نکالتے ہیں یعنی اذکر القصۃ اذ الخ۔ بعض مفسرین اِذْ کو زائد قرار دیتے ہیں۔ صاحب تنویر المقیاس (تفسیر عباسی) اِذْ کو قَدْ کے معنی میں لیتے ہیں۔ بعض اِذْ کو ظرفیت سے خالی کر کے مفعول بہ قرار دیتے ہیں لیکن علامہ رضی نے لکھا ہے کہ اِذْ کا متعلق کبھی اس پر مقدم ہوتا ہے اور کبھی اس سے مؤخر اس لئے ہر جگہ اِذْ کو مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (پ ۱ بقرہ ع ۴) یہاں قال ربك الخ جملہ اِذْ کا مضاف الیہ ہے اور قَالُوْٓا اس کا متعلق اور عامل ہے جو اس کے بعد قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا میں مذکور ہے۔ ترجمہ اس طرح ہوگا۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ اس وقت انھوں (فرشتوں) نے کہا کہ تو زمین میں اس کو پیدا کرتا ہے جو اس میں فساد کرے گا۔ اسی طرح پ ۱۲۔ یوسف ع ۱ میں ہے۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِىْ سٰجِدِيْنَ ؕ قَالَ يٰبُنَىَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ	جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے ابا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور شمس و قمر کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اس وقت اس (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے کہا میرے بیٹے اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔

اس آیت میں اِذْ کا متعلق دوسرا قَالَ ہے۔ پ ۷۔ مائدہ ع ۱۶ میں ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِىْ بِحَقٍّ۔ اس میں دوسرا قَالَ۔ اِذْ میں عامل اور اس کا متعلق ہے۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ — چونکہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ (ع ۱۵) پر معطوف ہے اس لئے وہ اِذْ بھی اسی قَالَ سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے احسانات شمار کرے گا اور جب اس سے پوچھیگا کیا تو نے لوگوں کو اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کرنے کو کہا تھا اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کہیں گے اے میرے رب تو پاک ہے الخ۔

فائدہ (۲۷) وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ کی تحقیق

قرآن مجید میں جہاں یہ ترکیب وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ واقع ہوئی ہے اس میں مفسرین کے تین اقوال ہیں (۱) واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ موقع و محل کے مناسب محذوف ہوتا ہے اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے (۲) واؤ عاطفہ ہے اور پہلے جملے کا مضمون اس کا معطوف علیہ ہے یہ قول شاہ عبدالقادر رح کا مختار ہے (۳) واؤ زائدہ ہے اور لیعلم ماقبل کی علت ہے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح کا قول ہے۔

فائدہ (۲۸) كَذٰلِكَ کی تحقیق

كَذٰلِكَ عام طور پر تشبیہ کے لئے آتا ہے لیکن قرآن مجید میں تشبیہ کے علاوہ تعلیل اور بیان کمال کے لئے بھی آیا ہے۔

تعلیلہ کی مثالیں (۱) وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ (پ ۲۴ مومن ع ۱) علامہ سید محمود آلوسی رح لکھتے ہیں ای لذالك (روح ج ۲۴ ص) یعنی اللہ کی آیتوں میں جدال کی وجہ سے تیرے رب کا کلمہ عذاب ان پر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ لوگ دوزخی ہیں (۲) كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (مومن ع ۴) یعنی آیات بینات میں شک کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے (۳) كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ (ایضا) یعنی آیتوں میں حجت بازی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے سرکشوں اور معاندوں کے دلوں پر مہر جباریت لگا دیتا ہے۔“ الغرض جن جگہوں میں ماقبل کا مضمون مابعد کے لئے علت ہو وہاں کاف تعلیل کے لئے ہوگا۔ تشبیہ کے لئے نہیں۔

قسم ثانی کی مثالیں (۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (پ ۲۔ بقرہ ع ۱۷) یہاں کاف بیان کمال کے لئے ہے۔ ترجمہ اس طرح ہوگا۔ اور یوں ہم نے تمھیں امت وسط بنایا۔ جیسا کہ کسی عمدہ نوجوان کو دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ جوان اس طرح کے ہوتے ہیں۔ (۲) قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ (پ ۱۶ مریم ع ۱) کہا اے میرے رب میرے یہاں بچہ کس طرح پیدا ہوگا۔ حالانکہ میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے اور میں بھی بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔ کہا تیرا رب ایسا ہی کرتا ہے۔ اس آیت میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان کمال کے لئے ہے (۳) قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكِ ج قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (ایضاع ۲) کہا اے میرے رب میرے یہاں کیسے بیٹا ہوگا حالانکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا تیرا رب یوں ہی کرتا ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے۔ (۴) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (پ ۱۳۔ رعد ع ۵) اور اس طرح ہم نے اسے حکم عربی نازل کیا۔ یہاں بھی کاف بیان کمال کے لئے ہے۔

فائدہ (۲۹) اَلَمْ تَرَ کی تحقیق

لفظ اَلَمْ تَرَ کبھی ابتداءِ کلام میں آتا ہے اور کبھی درمیان میں۔ جب کلام کے درمیان میں آجائے تو اکثر اس کا مابعد۔ ماقبل سے بظاہر مرتبط نظر نہیں آتا مثلاً

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ (پ ۲۔ بقرہ ع ۳۲) — کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے تھے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

اس سے پہلے طلاق اور عدت کا ذکر ہے اور اس کے بعد جہاد کا۔ بظاہر یہاں کوئی وجہ ارتباط نظر نہیں آتی لہٰذا ایسے مقامات میں اَلَمْ تَرَ کا لفظ اس کے مابعد کو اصل مضمون سے مرتبط کرنے کے لئے لایا جاتا ہے سورۂ بقرہ کے اس مقام میں چونکہ اصل مقصد مسئلہ جہاد کا بیان ہے جو وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ (ع ۲۴) سے شروع ہوا ہے۔ درمیان میں دوسرے امور ضروریہ کا ذکر آگیا تھا اس لئے مسئلہ جہاد کو دوبارہ ذکر کرنے سے پہلے اَلَمْ تَرَ الخ سے ایک واقعہ بیان کیا گیا تاکہ اس کے مابعد کو اصل مضمون سے جو پہلے (دور) گذر چکا ہے مرتبط کیا جائے اور اس کا ربط مذکورہ واقعہ سے ماقبل طلاق اور عدت سے نہ جوڑا جائے۔ بعینہٖ اسی طرح سورۂ مائدہ کی آیۂ مبارکہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۳) وارد ہوا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اگر ابتدائے کلام میں آئے تو اس سے رؤیتِ قلبی مراد ہوتی ہے یا رویتِ بصری۔ رؤیتِ قلبی مراد ہو تو اس کے معنی اس طرح ہوں گے۔ کیا تو نے نہیں جانا یا کیا تمھیں معلوم نہیں؟ اگر نہیں تو اب جان لے اور اگر رؤیت بصری مراد ہو تو اس کے معنی اس طرح ہوں گے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا اور نہیں سنا؟ اگر نہیں تو اب دیکھ اور سن لے جیسا کہ شرح معانی الآثار امام طحاوی میں ہے۔

عن عائشۃ قالت دخل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال الم تری ان مجززا نظر انفا الی زید الخ — (اس کا ترجمہ یوں ہوگا) اے عائشہ کیا تو نے نہیں دیکھا اور سنا؟ نہیں تو اب سن لے کہ مجزز ابھی ابھی زید کی طرف دیکھا الخ

(باب الولاء بد عید الرجلان کیف الحکم فیہ)

فائدہ (۳۰) لفظ اَوَكُلَّمَا کی تحقیق

جب ہمزۂ استفہام واو، فا یا ثُمَّ عاطفہ پر داخل ہو جائے تو زمخشری کے نزدیک ان کا بعد معطوف ہوتا ہے اور ہمزۂ استفہام کے بعد معطوف علیہ محذوف مانا جاتا ہے جیسا کہ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا کو اصل میں اَكَفَرُوْا وَكُلَّمَا عٰهَدُوْا مانتا ہے لیکن علامہ رضی رح نے اس کو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ معطوف علیہ محذوف نکالنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمیشہ کسی ماقبل کلام پر مبنی ہوتا ہے۔ لہٰذا کلام سابق کا مضمون معطوف علیہ ہونا چاہیئے۔ رضیؒ نے سرسہ حروف عاطفہ میں فرق بھی لکھا ہے کہ واو اور ثُمَّ تو ہمیشہ ایسے مقامات پر عطف کے لئے استعمال ہوتے ہیں اور فاء کبھی عاطفہ اور کبھی سببیہ ہوتی ہے اور مدخول فاء جملہ منفیہ ہوگا یا نہ اگر جملہ منفیہ ہو تو ہمزۂ توبیخ یا تقریر کے لئے ہوگا اور اگر جملہ منفیہ نہ ہو تو ہمزۂ استفہام انکار کیلئے ہوگا

مثال واو وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ج وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (پ ۱۔ بقرہ ع ۱۲) — ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں نازل کیں اور فاسق ہی اس کا انکار کرتے ہیں کیا اور جب کبھی ان لوگوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک جماعت نے ضرور اس کو نظر انداز کر دیا بلکہ ان میں سے اکثر یقین نہیں کرتے۔

یہاں اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ پر معطوف ہے اور ہمزہ انکار نَبَذَ کے لئے ہے۔ یعنی یوں تو نہ کرنا چاہیئے تھا۔

مثال ثانی قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ (پ ۲ قصص ع ۵) اس میں اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا۔ لَوْلَآ اُوْتِيَ پر معطوف ہے اور

چونکہ ہمزہ کا مدخول جملہ منفیہ ہے۔ اس لئے یہاں ہمزہ توبیخ یا تقریر کے لئے ہوگا

مثال فاء | وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (پ ۱۱ - یونس ع ۵) اس میں اَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ معطوف ہے مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ پر مِنْهُمْ بمعنے بَعْضُهُمْ ہے۔ تاکہ جملہ کا جملہ پر عطف ہو جائے اور ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مثال ثانی | مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ (پ ۲۰ قصص ع ۷)

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے کیا تم نہیں سنتے۔

یہاں فاء سببیہ ہے عاطفہ نہیں۔

مثال ثُمَّ | مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ (پ ۱۱ یونس ع ۵)

فائدہ (۳۱) بحث اَرَاَيْتَ (ماخوذ از رضی)

ہمزہ استفہام افعال قلوب پر آئے گا یا ان کے مفعولوں پر اگر مفعولوں پر آئے تو افعال قلوب مکفوف عن العمل ہوں گے اور اگر ہمزہ استفہام افعال قلوب پر آجائے تو مکفوف عن العمل نہ ہوں گے لیکن اس وقت ایک مفعول کو طلب کریں گے اور وہ ایک مفعول مذکور ہو یا محذوف۔ اگر محذوف ہو تو نسیاً منسیاً ہوگا یا منوی اور اس کے بعد استفہام ضرور آئے گا اور وہ جملہ استفہامیہ اور استفہام ظاہر ہوگا۔ یا مقدر۔

مثال استفہام مقدر | قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (پ انعام ع)

مجھے بتاؤ تو سہی اگر تمہارے اللہ کا عذاب اچانک یا علانیہ آجائے تو ظالم لوگوں کے سوا کون ہلاک ہوگا۔

مثال استفہام ظاہر | قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (پ ۷ انعام ع ۴)

فرما دیجئے۔ مجھے بتاؤ تو سہی۔ اگر تمہارے اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا غیروں کو پکارو گے۔

اس میں اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ استفہام ظاہر ہے اَرَاَيْتَ میں کُمْ مفعول بہ نہیں۔ مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے اور کبھی مذکور اور ك۔ کما۔ کُمْ حروف خطاب ہیں۔ مخاطب کی حالت (باعتبار افراد تثنیہ۔ جمع۔ تذکیر و تانیث) بیان کرنے کے لئے آتے ہیں (جیسا کہ ذٰلِكُمْ ہے یعنی یہ بات تم کو کہہ رہا ہوں) کبھی کبھی اَرَاَيْتَ تکرار سے لایا جاتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ شرط بھی ہوتی ہے ان تمام شرطوں کو باعتبار معنی ایک شرط سمجھا جاتا ہے اور ان کے لئے ایک جزا لائی جاتی ہے

مثال: | اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ اَرَاَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى۔ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى۔ اَرَاَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى۔ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (پ ۳۰ - علق)

یہ تمام شرائط باعتبار معنی ایک ہیں۔ سب کی جزاء اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ہے معنی یوں ہوگا "خبر دے تو مجھ کو اس شخص کے متعلق کہ وہ اللہ کے بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے روکتا ہے جب وہ بندہ ہدایت پر ہو اور لوگوں کو تقویٰ کا حکم کر رہا ہو۔ یہ اس بندے کو جھٹلاتا ہو کیا وہ نہیں جانتا کہ اس کا رب اس کو دیکھ رہا ہے" اور رضیؒ نے اس کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے۔

اَمَّا قَوْلُهُمْ اَرَاَيْتَ زَيْدًا مَا صَنَعَ بِمَعْنٰى اَخْبِرْنِيْ وَالنَّصْبُ فِيْهِ وَاجِبٌ وَمَعْنٰى اَرَاَيْتَ اَخْبِرْ وَهُوَ مَنْقُوْلٌ مِنْ رَاَيْتَ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتَ اَوْ عَرَفْتَ كَاَنَّهُ قِيْلَ مَا اَبْصَرْتَهُ وَمَا عَرَفْتَ حَالَهُ الْعَجِيْبَةَ اَخْبِرْنِيْ عَنْهَا فَلَا يُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِي الْاِسْتِخْبَارِ عَنْ حَالَةٍ عَجِيْبَةٍ لِشَيْءٍ

عربوں کا یہ قول اَرَاَيْتَ زَيْدًا مَا صَنَعَ بمعنی اَخْبِرْنِيْ ہے اور اس میں نصب واجب ہے اور اَرَاَيْتَ کا معنیٰ اَخْبِرْ کرنا اَرَاَيْتَ بمعنی اَبْصَرْتَ یا عَرَفْتَ سے منقول ہے گویا کہ یہ کہا کہ تو نے اس کا عجیب حال دیکھا مجھے اس کے متعلق بتا۔ پس یہ کسی چیز کی عجیبہ حالت کے متعلق پوچھنے ہی میں استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ (۳۲) اِلَّا بمعنی مستثنیٰ المنقطع (ماخوذ از رضی)

اس وقت اِلَّا بمعنے لٰكِنَّ ہوتا ہے اور مستثنیٰ لٰكِنَّ کا اسم ہوتا ہے اور اس کی خبر کبھی مذکور ہوتی ہے اور کبھی محذوف۔

مثال مذکور کی | عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا (پ ۲۹ - جن - ع ۲)

غیب کا جاننے والا ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا لیکن رسول کے آگے پیچھے فرشتوں کو نگہبان بنا کر چلا دیتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اس مقام میں اِلَّا بمعنے لٰكِنَّ ہو۔ مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ اس کا اسم اور فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کی خبر ہو اور مستثنیٰ منقطع ہو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مستثنیٰ منقطع باعتبار مضمون اپنے ماقبل سے جدا ہوتا ہے۔

فائدہ (۳۳) از قبیل عَلَفْتُهَا تِبْنًا وَّمَآءً بَارِدًا

یعنی ایک فعل کے ساتھ ایک معمول کا تعلق ہوتا ہے اور دوسرے فعل کے ساتھ دوسرے معمول کا۔ دوسرے فعل کو حذف کیا جاتا ہے جس میں ظاہر بین انسان سے جو اس حقیقت سے آشنا نہ ہو کلام میں معنی صحیح نہیں بن سکتا جیساکہ مذکورہ مثال میں۔ کیونکہ ظاہری معنی تو یہ ہے۔ کہ کھلایا میں نے اس اونٹنی کو گھاس اور پانی ٹھنڈا۔ ظاہر ہے کہ گھاس کھلایا جاتا ہے لیکن پانی کھلایا نہیں جاتا۔ بلکہ پلایا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں سَقَيْتُهَا فعل محذوف ہے یعنی پلایا میں نے اس کو پانی۔ اب مفہوم بالکل صاف ہے۔ بعینہٖ اسی طرح قرآن مجید میں بھی متعدد مقامات پر اس محاورۂ عرب کو استعمال کیا گیا ہے جہاں بادی الرائے انسان کو کلام کے غیر مربوط ہونے کا وہم پڑتا ہے بلکہ بعض مقامات تو ایسے ہیں جہاں اس کے بغیر معنی ہی نہیں بنتا یعنے خلاف مقصود ہوجاتا ہے اس لئے ان مقامات کو حل کرنے کے لئے بڑی کاوش کرنی پڑتی ہے لیکن اس قانون کے مطابق نہایت آسانی سے حل ہوجاتے ہیں۔ وہ مقامات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (پ ۷۔ انعام ع ۲) — اور اسی کا ہے جو بستا ہے (آرام کرتا) رات میں اور دن میں

اب اس جگہ رات میں تو سکون ہوتا ہے لیکن دن میں قدرتی طور پر ہر چیز میں بجائے سکون کے نقل و حرکت پائی جاتی ہے اس مقام پر بھی النَّهَار کا فعل محذوف ہے۔ اے نشر فی النهار (یعنی اسی کے قبضہ میں ہیں وہ سب چیزیں جو رات کو آرام و سکون اور دن میں نقل و حرکت کرتی اور پھیلتی ہیں وہ بھی اس کے تصرف میں ہی ہیں)

تائید (۱) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ط (پ ۱۹۔ فرقان۔ ع ۵)

(۲) يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (پ ۸۔ انعام ع ۲۰) — جس دن آئے گا ایک نشان تیرے رب کا۔ کام نہ آئے گا ایمان لانا کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔

اس آیت میں معتزلہ کا بڑا قوی اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ ظاہری مطلب یہ ہے کہ اگر کسی انسان نے اپنی حالت اضطرار اور مایوسی سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا تھا تو اس وقت کا ایمان اس کے لئے مفید نہ ہوگا اور اگر كَسَبَتْ کا عطف اٰمَنَتْ پر کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ایمان تو پہلے سے قبول کیا ہوا تھا لیکن ایمان کے بعد اس نے حالت مایوسی سے پہلے باقی اعمال صالحہ کو اختیار نہیں کیا تھا تو وہ ایمان بھی مفید نہ ہوگا۔ (کما هو مذهب المعتزلة) حالانکہ یہ معنی مسلک اہلسنت والجماعت کے بالکل خلاف ہے لیکن یہاں بھی اسی قانون کے قرینہ سے حذف اختیار کیا گیا ہے ای اَوْ عَمِلَهَا لَمْ تَكُنْ كَسَبَتْ الخ یعنی وہ مومن تو پہلے سے تھا لیکن اس نے عمل اس وقت شروع کیا کہ حالت مایوسی ظاہر ہوچکی۔ تو اس وقت کا وہ عمل مفید نہ ہوگا ۔ نہ کہ وہ پہلا ایمان

(۳) وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (پ ۸۔ اعراف ع ۶) — اور پکاریں گے آگ والے جنت والوں کو بہاؤ ہم پر تھوڑا پانی یا روزی جو تم کو دی اللہ نے۔

یہاں بھی بظاہر مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ما قبل سے الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ پانی بہانا تو ہوسکتا ہے لیکن روٹی یا طعام بہانا نہیں ہوتا لیکن فی الواقعہ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کا فعل اَنْفِقُوْا عَلَيْنَا مِمَّا الخ محذوف ہے (از مدارک) یعنی پانی بھی بہاؤ اور کچھ کھانا وغیرہ بھی ہماری طرف ڈالیو۔

(۴) يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (پ ۱۳۔ ابراہیم ع ۴) — مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی اور آخرت میں

یہاں بھی دنیا میں تو پختگی قلب اپنے محل پر ہے لیکن آخرت تو سزا و جزا کا دن ہے نہ کہ عمل کرنے کے لئے دلوں کو مضبوط کرنے کا وقت اس موقع پر بھی فِي الْاٰخِرَةِ کا فعل يَجْزِيْ فِي الْاٰخِرَةِ محذوف ہے۔ یعنی دنیا میں دلوں کو مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں جزاء حسنہ کے درجات سے بہرہ ور فرمائے گا۔ یہ ترجمہ اس تفسیر پر ہے کہ آخرت سے مراد قبر نہ لی جائے۔

(۵) قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً (پ ۲۱۔ احزاب ع ۲) — تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر برائی (نقصان) یا چاہے تم پر مہر (یعنی نفع اور رحمت)

یعنی اگر اللہ تمہیں نقصان یا ضرر پہنچانے کا ارادہ کرچکا ہے تو پھر اسے کون روک سکتا ہے۔ اب اس کے بعد اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً بالکل بے جوڑ نظر آتا ہے لیکن در حقیقت یوں ہے اَوْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَمْنَعُ عَنْكُمُ الرَّحْمَةَ اِنْ اَرَادَ الخ یعنی جس طرح کہ اس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ٹھیک اگر اسی طرح اگر وہ رحم کرنا چاہے تو اسے بھی کوئی بند نہیں کرسکتا۔

(۶) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (پ ۲۴ حم مومن ع ۶) — ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں اور جب کھڑے ہوں گے گواہ۔

لیکن اب اشکال یہ آتا ہے کہ فتح و نصرت اور شکست و ہزیمت تو وہاں ہوتی ہے جہاں دو جماعتوں کی آپس میں ٹکر ہو۔ مقابلہ و جنگ کی نوبت آئے۔ تو حیات دنیا میں تو اس کا ہونا بالکل صحیح ہے لیکن قیامت میں نہ تو کوئی مقابلہ ہے۔ نہ جنگ۔ تو وہاں نصرت کا کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن حقیقت میں يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ کا فعل مناسب محذوف ہے ای نَرْحَمُهُمْ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی دنیا میں ہم اپنے پیغمبروں اور مخلص مسلمانوں کو فتح و نصرت دیتے رہے ہیں اور قیامت کے دن ان پر ایک خاص رحمت نازل کرکے ان کے درجات بلند کریں گے۔ تو یہ ایک بہت بڑی تسلی ہوجائے گی۔

(۷) فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ (پ ۲۴ حم مومن ع ۸) — تو آخر جان لیں گے جب طوق پڑیں گے ان کی گردنوں میں اور زنجیریں۔

یہاں بھی اشکال وارد ہوتا ہے۔ کہ طوق کا محل تو واقعی گردن ہی ہے کہ وہ گلے میں ڈالا جاتا ہے لیکن زنجیر بجائے گلے کے پاؤں میں ہوتی ہے حالانکہ قرآن مجید میں اس عادت معروفہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت فی اَعْنَاقِہِمْ کے قرینے سے وَالسَّلَاسِلُ کے بعد فِیْ اَرْجُلِہِمْ محذوف ہے۔ باین معنے کہ ان کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے اور پاؤں کو زنجیروں سے مقیّد کیا جائے گا۔

(۸) وَمِنْ اٰیٰتِهِ الْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ فَیَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا (پ ۲۵۔ حٰم شوریٰ ع ۴)

اور ایک اس کی نشانی چلتے جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے ہوا پھر رہ جائیں سارے دن ٹھہرے اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو جو حق مانے یا تباہ کر دے ان کشتیوں اور جہازوں کو۔

اب یہاں بھی یُوْبِقْهُنَّ کا عطف فَیَظْلَلْنَ پر کیا جائے تو اشکال یہ آتا ہے کہ ہواؤں کے ٹھہرنے سے رواکد علی ظهرہ یعنی کشتیوں کا پانی کی پیٹھ پر ٹھہر جانا بالکل صحیح ہے لیکن ایسی حالت میں یُوْبِقْهُنَّ یعنی ان کی ہلاکت متفرع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس کے مناسب فعل محذوف ہوگا۔ ای اوياًت بريح عاصف فيوبقهن الخ یعنی یا ہواؤں کو زور سے چلا دیتا ہے جس کی وجہ سے ان کشتیوں کے پرخچے اڑ جاتے ہیں اور تباہ ہو جاتی ہیں۔

(۹) قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا۔ (پ ۲۶۔ فتح ۱۔ ع ۲)

تو کہہ کس کا کچھ بس چلتا ہے اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تم پر تکلیف یا چاہے تم کو فائدہ۔

اس مقام میں بھی وہی تقریر ہے جو سورۂ احزاب کی آیت میں گذر چکی ہے اور بقرینہ ماقبل اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا کے بعد اَوْ فَمَنْ یمنع النفع ان اراد الخ یعنی جس طرح اس کے نقصان کو کوئی بچا نہیں سکتا اسی طرح اس کے نفع و رحمت کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔

(۱۰) وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ (پ ۲۸ حشر ع ۱)

اور جو گھر پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں۔

یہاں بھی تعمیر و تخریب آبادی اور بربادی کا تعلق دار (مکان) سے ہو سکتا ہے لیکن ان ظاہری معنوں کے مطابق ایمان سے مربوط نظر نہیں آتا۔ اس لئے فعل مناسب محذوف ہوگا۔ ای حَصَّلُوا الْاِیْمَانَ یعنی تعمیر دار کے ساتھ وہ ایمانی قوت اور نورانیت کو بھی حاصل کر چکے ہیں۔

(۱۱) وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ (پ ۲۸ جمعہ ع ۱)

اور دوسروں کے واسطے بھی جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔

اس کے ماقبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ آ رہا ہے

(۱۲) یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

یعنی آپ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتے ان کے دلوں کا تزکیہ فرماتے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، سنت نبوی دینے اور تزکیہ قلوب فرماتے ہیں

ان چیزوں کا تعلق اصحاب رضوان اللہ علیہم سے تو ظاہر ہے لیکن آخَرِیْنَ کو براہ راست بلا واسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تزکیہ نصیب نہیں ہو سکتا اس لئے یہ جملہ یُزَكِّیْهِمْ کے ساتھ نہیں لگتا اس کا فعل محذوف ہے یُطَهِّرُ كِتَابُهٗ اٰخَرِیْنَ یعنی بعد والے لوگوں کو آپ پر نازل کردہ کتاب پاکیزہ بناتی ہے۔

فائدہ (۳۴) تفسیر بالرای کی تحقیق

حدیث میں ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قال فی القراٰن برأیه فاصاب فقد اخطأ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)

جس نے قرآن (کی تفسیر) میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور (اتفاق سے) اس کی بات صحیح نکلی تو بھی اس نے غلطی کی۔

اور ایک حدیث میں ہے۔

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار (ابوداؤد)

جس نے قرآن (کی تفسیر) میں علم کے بغیر کچھ کہا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

پہلی حدیث کی صحت میں محدثین کو کلام ہے[1] اور دوسری حدیث صحیح ہے ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرنا ناجائز ہے گناہ کبیرہ ہے لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی مسلّم ہے کہ ہر ہر آیت کی تفسیر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں حالانکہ ہر آیت کی تفسیر میں کسی نہ کسی صحابی، تابعی یا تابع التابعی سے کوئی نہ کوئی اقوال ضرور منقول ہے۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور درمنثور سے معلوم ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ جن آیتوں کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں صحابہ کرام۔ تابعین اور دیگر ائمہ اسلام نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ایسی آیتوں کی تفسیر فرمائی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تفسیر بالرائے والاجتہاد مطلقاً ناجائز اور حرام نہیں۔ ذیل میں مفسرین کرام کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ کس مفہوم سے تفسیر بالرائے ناجائز اور حرام ہے۔

علامہ قرطبی اندلسی المتوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائی کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ

ان یکون له فی الشئ رأی و الیه میل من طبعه و هواه

کسی معاملہ میں اس کی ایک رائے ہو اور اس کی جانب خواہش نفس کی بنا پر اس کا طبعی

---

[1] کما فی الروح ج ۱ ص ۶۔ والاتقان ج ۲ ص ۱۷۹ عن المدخل وفی التفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ج ۱ ص ۳۲ وتفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵ اس کی سند کے ایک راوی سہیل بن ابی حزم پر بعض ناقدین نے جرح کی ہے۔ امام بخاری۔ نسائی اور ابو حاتم نے لیس بالقوی (وہ قوی نہیں) اور امام یحییٰ بن معین نے ضعیف کہا ہے امام ابن معین سے اس کے بارے میں صالح کا لفظ بھی منقول ہے ۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۸۹ ۔ (سجاد بخاری)

فيتناول القرآن على وفق رأيه وهواه ليحتج على تصحيح غرضه (تفسیر قرطبی ج ۱ صـ۳۳)

میلان ہو اور وہ اپنی رائے اور خواہش کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تاکہ اپنی غرض (فاسد) کی صحت پر استدلال کر سکے

علامہ خازن رقمطراز ہیں :-

قال العلماء النهي عن القول في القرآن بالرأي انما ورد في حق من يتأول القرآن على مراد نفسه وهو تابع لهواه (خازن ج ۱ صـ۶)

علماء نے فرمایا ہے کہ تفسیر بالرائے سے ممانعت اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہے جو اپنی خواہش نفس کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے اور وہ اپنی خواہش (و بدعت) کا متبع ہو۔

اس کے بعد اس کی مثال بیان فرماتے ہیں :-

كما يحتج ببعض آيات القرآن على تصحيح بدعته وهو يعلم ان المراد من الآية غير ذالك لكن غرضه ان يلبس على خصمه بما يقوى حجته على بدعته كما يستعمله الباطنية و الخوارج وغيرهم من اهل البدعة في المقاصد الفاسدة

جیسا کہ کوئی شخص اپنی بدعت کا جواز ثابت کرنے کے لئے قرآن کی بعض آیتوں سے استدلال کرے حالانکہ وہ اچھی طرح جانتا ہو کہ آیت کا مطلب کچھ اور ہی ہے لیکن اس کی غرض یہ ہو کہ وہ مقابل کو ایسی چیز سے دھوکہ دے جو اس کی بدعات کے دلائل کو مضبوط کرے جیسا کہ باطنیہ خوارج اور دوسرے اہل ہوا (گمراہ فرقے) اپنی اغراض فاسدہ کیلئے ایسا کرتے ہیں۔

اور علامہ سیوطی امام ابوبکر ابن الانباری سے ناقل ہیں۔

حمله بعض اهل العلم على ان الرأي معنى به الهوى (الاتقان ج ۲ صـ۱۸۰)

بعض اہل علم (پہلی حدیث) کو اس پر محمول کرتے ہیں۔ اس میں رائے سے مراد خواہش نفس ہے (یعنی بدعت اور گمراہی)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تفسیر بالرائے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جو کسی گمراہ فرقہ سے متعلق ہو اور اپنی گمراہی اور بدعت پر قرآن کی آیتوں سے استدلال کرے لیکن اگر ایک شخص علوم تفسیر، حدیث، لغت، صرف و نحو اور علم معانی و بیان کا متبحر عالم ہو اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہو اگر وہ قرآن مجید کی کسی آیت کا ایسا مفہوم بیان کرے جو اسلام کے مسلمہ اصول و عقائد کے عین مطابق ہو اور قواعد زبان سے بھی پوری پوری موافقت رکھتا ہو تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

من تكلم بما يعلم من ذالك لغة وشرعا فلا حرج عليه ولهذا روى عن هؤلاء وغيرهم اقوال في التفسير (تفسیر ابن کثیر ج ۱ صـ۵)

جس نے قرآن کی تفسیر میں لغت اور شریعت کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق گفتگو کی اس پر کوئی حرج نہیں۔ اسی لئے ان (سلف) سے اور بعد کے علمائے تفسیر میں بہت سے اقوال منقول ہیں۔

علامہ خازن رقمطراز ہیں :-

فاما التأويل وهو صرف الآية على طريق الاستنباط الى معنى يليق بها محتمل لما قبلها وما بعدها وغير مخالف للكتاب والسنة فقد رخص فيه اهل العلم (خازن)

رہی تاویل یعنی آیت کو بطور استنباط ایسے معنی پر محمول کرنا جو اس کے مناسب ہو اور ماقبل اور مابعد کے اعتبار سے اس کا احتمال ہو اور وہ کتاب و سنت کے خلاف بھی نہ ہو تو اس کی علماء نے اجازت دی ہے۔

اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں :-

من استنبط معناه بحمله على الاصول المحكمة المتفق على معناها فهو ممدوح (قرطبی)

جس شخص نے محکم اور متفق علیہ اصولوں پر محمول کر کے قرآن مجید (کی کسی آیت) سے کوئی مفہوم اخذ کیا وہ قابل تعریف ہے۔

اور مفسر ابوحیان اندلسی المتوفی ۷۴۵ھ فرماتے ہیں۔

ليس من اجتهد ففسر على قوانين العلم والنظر بداخل في ذالك الحديث ولا هو يفسر برأيه ولا يوصف بالخطأ (البحر المحیط ج ۱ صـ۱۳)

جس نے غور و فکر سے کام لیا اور علم و نظر کے اصولوں کے مطابق قرآن کی تفسیر کی وہ اس حدیث میں داخل نہیں۔ اس کی تفسیر، تفسیر بالرائے نہیں ہوگی اور نہ خطاء کی طرف منسوب ہوگی۔

علامہ سیوطی امام بغوی اور کواشی سے نقل کرتے ہیں۔

التاويل صرف الآية الى معنى موافق لما قبلها وبعدها تحتمله الآية غير مخالف للكتاب والسنة من طريق الاستنباط غير محظور على العلماء بالتفسير (الاتقان ج ۲ صـ۱۸۰)

تاویل یعنی آیت کو اجتہاد و استنباط کے طریق پر ایسے مفہوم پر محمول کرنا جو سیاق و سباق کے مطابق ہو اور آیت میں اس کی گنجائش ہو اور وہ مفہوم کتاب و سنت کے خلاف بھی نہ ہو، علماء تفسیر کیلئے ناجائز اور ممنوع نہیں۔

خلاصۃ الکلام یہ کہ کسی آیت کا ایسا مفہوم بیان کرنا جو اس کے سیاق و سباق کے مطابق زبان کے اصول و قواعد کے موافق۔ کتاب و سنت سے ہم آہنگ اور آیت کے الفاظ کا محتمل ہو (یعنی آیت کو اس پر محمول کرنے کی گنجائش ہو) تو اسے تفسیر بالرائے نہیں کہیں گے بلکہ وہ تاویل ہوگی جو شرعاً جائز ہے

حصّۂ سوم

مسئلۂ الٰہ

قرآن میں اس مسئلہ کو بہت سی تعبیروں اور مختلف عنوانات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

عنوانِ اول:۔ مشرکین اللہ جل شانہ کے قائل تھے اور اس کی ہستی کے منکر نہیں تھے۔

عنوانِ ثانی:۔ مندرجہ ذیل صفات صرف اللہ تعالےٰ میں مانتے تھے اور ان میں کسی کو بھی خدا کا شریک نہیں سمجھتے تھے۔
زمینوں اور آسمانوں کا خالق، انسانوں کا خالق۔ سورج اور چاند کو اپنے حکم کے ماتحت رکھ کر چلانے والا، ہر شے پر غالب۔ بڑے علم والا، آسمانوں سے اپنی مرضی کے مطابق پانی اتارنے والا، پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرنے والا، تمام زمین و مافیہا کو اپنی حکومت میں رکھنے والا۔ ہر ایک کو پناہ دینے والا، اور خود کسی سے پناہ نہ لینے والا، تمام جانداروں کو رزق دینے والا، کانوں اور آنکھوں کا مالک۔ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے یعنی کافر سے مومن اور بالعکس، غلام سے آزاد اور بالعکس پیدا کرنے والا، سارے جہان کے کاموں کا مدبّر

عنوانِ ثالث:۔ مشرکینِ مکّہ دو خدا کے قائل نہ تھے کیونکہ وہ ایک ہی ذات کو اللہ کہتے تھے۔

عنوانِ رابع:۔ اللہ جل شانہ کو اپنی صفات میں ایک ماننے کے بعد اپنے دوسرے معبودوں کو الٰہ کہتے تھے یعنی ان کو خدا کی صفاتِ الوہیت میں خدا کا شریک بناتے تھے۔

عنوانِ خامس:۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر مخالفت صرف اس بات میں تھی کہ اللہ جلّ شانہ کے سوا دوسرا کوئی اِلٰہ نہیں۔

عنوانِ سادس:۔ اس مسئلہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مندرجہ ذیل اتہامات لگائے گئے:۔ شاعر، مجنون، ساحر، کذّاب، کاہن، اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کو گالیاں دینے والا وغیرہ۔

عنواناتِ اول، ثانی اور ثالث کے متعلق آیاتِ قرآنیہ، ان آیات میں وہ صفات بھی مذکور ہیں جو مشرکینِ مکہ اللہ جلّ شانہٗ ہی میں مانتے ہیں۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ ○ (پ۲۱۔ عنکبوت ع۶)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج و چاند کو کس نے مسخر کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر وہ کدھر پھرے جاتے ہیں۔

اس کے بعد

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

اللہ ہی کشادہ کر دیتا ہے رزق اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالےٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

سے تنویر لاکر اس طرف اشارہ فرمایا کہ وہ اللہ کی اس صفت کو بھی مانتے ہیں۔ پھر فرمایا:۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد کس نے زندہ کیا تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔

ایک اور جگہ فرمایا:۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۙ (پ۲۵: زخرف ع۱)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے کہ انہیں غالب اور سب کچھ جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین اللہ تعالےٰ کو ہر شے پر غالب اور بڑے علم والا مانتے تھے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (پ۲۵: زخرف ع۷)

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ ہی نے۔

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالےٰ ہی کو مانتے تھے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (پ۱۸: مومنون ع۵)

فرما دیجئے کہ زمین اور اس کی چیزیں کس کے قبضے میں ہیں اگر جانتے ہو تو بتاؤ۔ جلدی ہی کہیں گے کہ اللہ کا قبضہ ہے۔ فرما دیجئے کہ نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے ہو؟

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (ایضاً)

فرما دیجئے کہ ساتوں آسمانوں اور بڑے عرش کا رب کون ہے؟ جلدی سے کہیں گے کہ اللہ کہہ دیجئے کیا تم ڈرتے نہیں؟

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَأَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ○ (ایضاً)

فرما دیجئے کہ ہر چیز کی بادشاہی کس کے قبضے میں ہے وہ پناہ دیتا ہے اور وہ پناہ نہیں دیا جاتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ جلدی ہی کہیں گے اللہ ہی ہے فرما دیجئے کہ پھر کہاں سے تم پر جادو پڑ جاتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کو قبضۂ قدرت میں رکھنے والا، ہر شے کو پناہ دینے والا جس کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہ مل سکے صرف اللہ تعالےٰ ہی کو مانتے تھے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ

پوچھئے تمہیں آسمانوں اور زمینوں سے روزی کون دیتا ہے یا کون مالک ہے کانوں کا

الْاَبْصَارَ وَمَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَمَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پ۱۱: یونس ع ۴)

آنکھوں کا اور زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے تو کہیں گے اللہ ہی یہ تمام کام کرتا ہے تو فرما دیجئے کہ پھر ڈرتے نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمین سے رزق دینے والا، کانوں اور آنکھوں کا مالک یعنی ضامن، کافر سے مومن پیدا کرنے والا اور بالعکس، آزاد سے غلام پیدا کرنے والا اور بالعکس اور تمام امور کی تدبیر کرنیوالا صرف اللہ تعالےٰ ہی کو جانتے تھے۔ اور مذکورہ صفات میں وحدہٗ لاشریک جانتے تھے۔ اور ایک ہی اللہ کے قائل تھے۔

چوتھے اور چھٹے عنوان کے متعلق آیات قرآنیہ

اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ وَ یَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْٓا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ (پ۲۳: صٰفّٰت ع ۲)

جب انہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا جاتا تو اکڑتے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک شاعر پاگل کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کو ماننے کے بعد جب ان کے معبودوں کی نفی کی جاتی تھی تو سرکشی کرتے اور کہتے تھے کہ یہ پاگل ہو چکا ہے اور لوگوں کو اپنے شاعرانہ کلام سے تابع کر لیتا ہے۔

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۝ اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ ۚ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ ۚ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (پ۲۳: ص ع ۱)

اور اس پر تعجب کرنے لگے کہ ان کے پاس انہی میں سے ڈرانے والا آگیا تو کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر اور جھوٹا ہے کیا اس نے ایک ہی معبود مان رکھا ہے یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے اور چل کھڑے ہوئے کئی سرداران میں سے کہ چلو اور جمے رہو اپنے معبودوں پر۔ بے شک اس بات میں کچھ غرض ہے ہم نے اس پچھلے دین میں تو یہ نہیں سنا یہ تو ایک من گھڑت بات ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ معبودانِ باطلہ کی نفی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ ساحر اور کذاب کہتے تھے یعنی جب اس مسئلہ کو منوانے کے لئے اللہ کریم معجزات شق القمر وغیرہ حضرت نبی کریم علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا تو کہتے تھے ساحر و کذاب ہے۔ نیز کہتے (معاذ اللہ) بے دین ہے۔ اس نے نیا دین نکالا ہے۔ صحیح دین یہی ہے کہ اپنے معبودوں پر قائم رہو بخاری شریف جلد ثانی میں آیا ہے کہ کفار مکہ نبی علیہ السلام کے حق میں یہ کہتے تھے یَسُبُّ اٰلِھَتَنَا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے۔ حالانکہ گالی دینا تو نبی کریم علیہ السلام کی شان ہی سے بالکل بعید ہے لیکن وہ اپنے معبودانِ باطلہ کی معبودیت کی نفی ہی کو وہ گالی سمجھتے تھے۔

عنوان رابع۔ انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں مشرک لوگ اللہ تعالےٰ کو ایک مان کر دوسروں کو الٰہ یعنی معبود مانتے تھے۔ بہر حال وہ بھی ایک خدا کے قائل تھے اور اللہ کے سوا دوسروں کو معبود کہتے تھے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو ان کے معبودوں کی معبودیت کی نفی کے لئے مبعوث کیا گیا۔ آیت ذیل میں تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجمالاً بیان کیا گیا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (پ۱۷: انبیاء ع ۲)

آپ سے پہلے بھی ہر پیغمبر کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پیامبر غیر اللہ کی معبودیت کی نفی کے لئے آئے تھے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے متعلق تفصیلی آیات حسب ذیل ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ (پ۸: الاعراف ع ۸)

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔ تو آپ نے کہا اے میری قوم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔

اس کے جواب میں نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا تھا۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ (پ۲۹: نوح ع ۲)

اور قوم نے کہا کہ اپنے معبودوں کو اور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑو۔

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا ان خود ساختہ معبودوں کو نہ ماننے کی وجہ سے انہوں نے نوح علیہ السلام کو گمراہ کہا

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖٓ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (پ۸: الاعراف ع ۸)

نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تجھے کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ (پ۸: الاعراف: ۹۶)

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا گیا۔ آپ نے کہا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں سو کیا تم ڈرتے نہیں۔

اس کے جواب میں قوم نے ہود علیہ السلام سے کہا۔

قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ (پ۱۲: ہود ع ۵)

انہوں نے کہا اے ہود! تو کوئی صاف بات لے کر ہمارے پاس نہیں آیا اور ہم تیرے کہنے سے اپنے ٹھاکروں (معبودوں) کو نہیں چھوڑیں گے اور ہم تجھے ماننے کے نہیں۔ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں آسیب پہنچایا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ توحید کی وجہ سے قوم نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو نہ چھوڑیں گے بلکہ اس قسم کی باتیں وہ شخص کرتا ہے جس کے ہوش ٹھکانے نہ ہوں۔ لہٰذا تیرے بھی ہوش و حواس خراب ہو چکے ہیں۔ تجھ پر ہمارے معبودوں کی مار پڑ چکی ہے۔ نیز کہا:۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِھَتِنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (پ۲۶: الاحقاف: ع ۳)

انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دے؟ اگر تو سچا ہے تو ہم پر وہ عذاب جس کا تو وعدہ کرتا ہے، لے آ۔

نیز جواب میں کہا گیا:۔

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ (پ۸ الاعراف: ع ۹)

انہوں نے کہا تو اس لئے ہمارے ہاں آیا ہے کہ ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کریں؟ اور جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے چھوڑ دیں پس اگر تو سچا ہے تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کا تو وعدہ کرتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ (پ۸: الاعراف: ع ۱۰)

اور قوم ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ آپ نے کہا۔ اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں

اس کے جواب میں قوم نے کہا:۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَاۤ اَتَنْھٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ (پ۱۲: ہود: ع ۶)

انہوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے ہمیں تجھ سے امید تھی۔ کیا تو ہمیں ان معبودوں کی عبادت سے جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، منع کرتا ہے بیشک ہم اس (مسئلہ توحید) سے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے بڑے شک میں ہیں

یعنی قوم نے کہا کہ اس مسئلہ کے بیان کرنے سے پہلے ہم تجھے نیک خیال کرتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ تو ہمیں ان حضرات سے جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے روکنے کے لئے آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْـًٔا (پ۱۶: مریم: ع ۳)

اور کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت ہی سچا نبی تھا جب اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تو ان کی عبادت کیوں کرتا ہے جو نہ سنتے نہ دیکھتے اور نہ تیرے کچھ کام ہی آتے ہیں۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ تو ان کی عبادت کیوں کرتا ہے جو تیری بات بھی نہیں سن سکتے اور تجھ سے وہ کوئی تکلیف بھی دور نہیں کر سکتے الحاصل نہ عالم الغیب ہیں، نہ حاضر و ناظر اور نہ ہی نفع نقصان کے مالک ہیں۔

اس کے جواب میں باپ نے یوں کہا:۔

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ یٰۤاِبْرٰھِیْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا ۝ (ایضاً)

اس نے کہا کیا تو میرے معبودوں سے روگردانی کرتا ہے اگر تو نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور مجھ سے دور ہو جا ایک مدت تک۔

یعنی باپ نے کہا، اگرچہ تو نے نام تو نہیں لیا لیکن میں سمجھ گیا ہوں کہ تو میرے ان حضرات کے متعلق کہہ رہا ہے جن کی میں عبادت کرتا ہوں، ان سے تو مجھے دور کرنا چاہتا ہے باز آجا ورنہ میں تجھے پتھروں سے مروا دوں گا۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بعض معبودوں کے ناک وکان وغیرہ کاٹ دئے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان کے معبود کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ قوم نے کہا:۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ (پ۱۷: انبیاء ع ۵)

انہوں نے کہا، ہمارے معبودوں سے یہ سلوک کس نے کیا وہ بڑا ظالم ہے۔

انہی میں سے کچھ لوگ بولے:۔

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى یَّذْكُرُھُمْ یُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰھِیْمُ ؕ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْیُنِ النَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَشْھَدُوْنَ ۝ (حوالہ بالا)

انہوں نے کہا، ہم نے سنا ہے کہ ایک نوجوان جسے ابراہیم کہتے ہیں ان کے متعلق کچھ کہتا رہتا ہے انہوں نے کہا کہ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ وہ اسے دیکھ لیں۔

اسی وجہ سے قوم نے آخر میں یہ فیصلہ کیا۔

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ

انہوں نے کہا۔ اس (یعنی ابراہیم علیہ السلام) کو جلادو اس میں تمہارے معبودوں کی بات رہ جائے گی۔

حضرت لوط علیہ السلام

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۙ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

(پ: الذاریات: ع ۲)

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا۔ اے بھیجے ہوئے تمہارا کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا ہم گناہ گار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر پھینکیں جو کہ نشاندار ہیں تمہارے رب کے ہاں حد سے گذرنے والوں کے لئے۔ پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا ایمان والا۔ وہاں مسلمانوں کا ایک ہی گھر پایا۔

لوط علیہ السلام کے متعلق صرف یہی آیات آئی ہیں جن میں توحید کا ذکر ہے۔ البتہ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ میں اجمالاً لوط علیہ السلام کا ذکر بھی آیا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ (پ: الاعراف: ع ۱۱)

قوم مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

اور وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ یعنی ان کی قوم میں سے بعض نے مسئلہ توحید کو مان لیا تھا اور بعض نے انکار کر دیا تھا اَلَّذِیْ سے مراد مسئلہ توحید ہے اور جنہوں نے اس مسئلہ کو نہ مانا تھا، انہوں نے جواب میں کہا:۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ (پ: الاعراف ع ۱۱)

شعیب (علیہ السلام) کی قوم کے متکبر لوگوں نے کہا۔ اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لائے والوں کو شہر سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ گے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝

(پ ۱۲: ہود: ع ۸)

انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا نماز پڑھنے نے تجھے یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں ان معبودوں کو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے یا جو کچھ ہم اپنے مالوں میں کرتے ہیں۔ وہ چھوڑ دیں۔ تو بردبار اور نیک چلن ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (پ: طٰہٰ: ع ۱)

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے پس جو وحی کی جا رہی ہے اس کو سن۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی بھی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کر اور میرے ذکر کیلئے نماز قائم کر۔ فرعون کی طرف جا وہ سرکش ہو چکا ہے۔

اس کے جواب میں فرعون نے کہا:۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ (پ ۱۹: شعرا: ع ۲)

فرعون نے کہا۔ کیا معنی پروردگار عالم کے۔ کہا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، ان کا رب۔ اگر تم یقین کرو۔ جو اس کے پاس تھے انہیں کہا۔ کیا تم نہیں سنتے۔ فرمایا موسیٰ نے، تمہارا رب اور تمہارے باپ دادا کا رب۔ کہا جو رسول تمہاری طرف بھیجا گیا ہے، پاگل ہے۔ کہا، مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ سب کا رب، اگر تم سمجھتے ہو۔ فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو "الٰہ" بنایا تو میں تجھے قیدی بنا دوں گا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (پ ۲۰: قصص: ع ۴)

اور فرعون نے کہا، اے دربار والو! مجھے تو اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود معلوم نہیں۔ سو آگ دے میرے لئے گارے کو۔ پھر میرے لئے ایک محل بنا تاکہ میں جھانک لوں موسیٰ کے رب کو۔ اور میں اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں۔

فرعون کے ساتھیوں نے جواب میں کہا:۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا

فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا، کیا تو موسیٰ ع اور اس کی قوم کو چھوڑتا ہے تاکہ

فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ (پ ۹: الاعراف: ع ۱۵) وہ زمین میں فساد کریں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑے رہیں۔

الحاصل موسےٰ علیہ لسلام نے بھی یہی مسئلہ بیان کیا کہ اللہ جل شانہ کے سوا دوسرا کوئی الٰہ نہیں۔ فرعون نے جواب میں موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو نے میرے سوا کسی دوسرے کو الٰہ بنایا تو تجھے قید کر دونگا اور قوم سے کہا کہ اس کی بات نہ ماننا میرے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) پاگل ہیں۔ مندرجہ ذیل آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد باقی انبیاء علیہم السلام کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے:۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ (پ ۱۳: ابراہیم: ع ۱)

کیا نہیں اپنے سے پہلی قوم نوح، عاد اور ثمود اور جو ان سے پیچھے ہوئے ان کی خبر نہیں آئی۔ اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے منہ میں دے دیئے اور کہا کہ جس (مسئلہ توحید) کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو، ہم اس کا انکار کرتے ہیں اور جس (مسئلہ توحید) کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔ ہم اس کے بارے میں بڑے شک میں ہیں

حضرت یعقوب علیہ السلام

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (پ ۱: بقرہ: ع ۱۶)

کیا تم حاضر تھے جس وقت یعقوب (علیہ السلام) کو موت آئی، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا ہم تیرے اور تیرے باپ دادا ابراہیم، اسمٰعیل و اسحٰق علیہم السلام کے ایک ہی معبود کی عبادت کریں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (پ ۱۲: یوسف: ع ۵)

میں نے اس قوم کے مذہب کو جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور قیامت کے بھی منکر ہیں، چھوڑ دیا ہے اور میں نے اپنے باپ دادا، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا اتباع کیا ہے، ہمارے شایان شان نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو بھی شریک بنائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (پ ۱۶: مریم: ع ۲)

بیشک اللہ ہی میرا اور تمہارا رب ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

لیکن نصاریٰ کے مولویوں اور پیروں کا حال یہ تھا:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پ ۱۰: توبہ: ع ۵)

انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں اور مسیح ابن مریمؑ کو اللہ کے سوا رب بنالیا۔ حالانکہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کرنے کا حکم دیئے گئے تھے۔ وہ وہی معبود ہے اور پاک ہے ان شریکوں سے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو یہی فرماتے رہے کہ اللہ کریم جل شانہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد قوم نے اپنے مولویوں، پیروں اور عیسیٰؑ کو بھی الٰہ بنالیا۔ جیسا کہ عزیر علیہ السلام کو الٰہ بنالیا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے انہیں کافر کہا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ (پ ۶: مائدہ: ع ۱۰)

کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی ہے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام)

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (حوالہ مذکورہ بالا)

یقیناً کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ الٰہ تو ایک ہی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (حوالہ مذکورہ بالا۔ ع ۱۶)

جب فرمائے گا اللہ تعالےٰ عیسیٰ ابن مریمؑ سے۔ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ، پیروں، فقیروں اور مولویوں کو الٰہ بنا رکھا تھا۔

اللہ کے سوا کس کس کو معبود بنایا گیا

ملائکہ، انبیاء علیہم السلام، مولویوں اور پیروں کو خواہ وہ نیک ہوں یا بد لیکن ان بُروں کو بھی نیک خیال کر کے معبود بنایا گیا۔ سورج اور ستاروں کو، جنات اور بالخصوص

سیطان نو۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی قبور کو جن درختوں کے نیچے انبیاء عظام اور اولیائے کرام بیٹھے تھے لیکن یہ یاد رہے کہ قبور اور درخت وغیرہ کی جگہوں میں بھی دراصل انبیاء کرام اور اولیائے عظام ہی کو معبود خیال کیا جاتا تھا۔

ملائکہ کے متعلق آیات قرآنیہ،

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ۝
(پ۲۲: سبا: ع۵)

جس دن اللہ سب کو اکٹھا کرے گا۔ پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے۔ کہیں گے تو پاک ہے شریکوں سے تو ہی ان کے سوا ہمارا کارساز ہے بلکہ وہ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان میں بہت سے ان پر ایمان رکھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین نے ملائکہ کو معبود بنالیا تھا یعنی ان کو حاجات کے وقت پکارتے تھے۔ اور ملائکہ کے جواب سے معلوم ہوا کہ دراصل یہ فعل شرک کرانے والے جنات تھے کیونکہ دراصل جنات ہی ان کے معبود تھے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ط إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ط
(پ: بنی اسرائیل: ع۶)

فرما دیجئے کہ بلاؤ ان لوگوں کو جنہیں تم نے اللہ کے سوا معبود گمان کر لیا ہے سو وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور بدل دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ قریب ہے۔ اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے۔

یہ آیت باتفاق مفسرین ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں ہے

وَيَجْعَلُونَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهُ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ ۝
(پ: نحل: ع۷)

اور اللہ کے لئے بیٹیاں بناتے ہیں اللہ کی ذات تو پاک ہے۔ اور اپنے لئے جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں (یعنی بیٹے مانگتے ہیں)

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ط (پ۲۲: سبا: ع۳)

فرما دیجئے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا معبود گمان کرتے تھے، انہیں پکارو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں سے ذرہ بھر کے مالک نہیں۔ اور نہ ہی ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا ہے اور نہ ہی ان میں سے ان کا کوئی مددگار ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے حق میں

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ط قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ (پ: المائدہ: ع۱۵)

جس دن کہ اللہ سارے رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور کہے گا۔ کیا جواب دیئے گئے تھے تم، عرض کریں گے کہ ہمیں تو کچھ خبر نہیں، تو ہی غیب دان ہے۔

چونکہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے چلے جانے کے بعد غائبانہ حاجات میں پکارا گیا۔ لہٰذا ان سے سوال کیا جائے گا کہ تمہارے پیچھے کیا کچھ ہوتا رہا۔ (تفسیر کبیر)

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ط إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ط وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ط فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (پ: المائدہ: ع۱۶)

جب فرمائے گا اللہ، اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو۔ تو کہیں گے پاک ہے تو (معبودیت میں) شریکوں سے۔ میرے شایان شان نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا حق مجھے حاصل نہیں اگر میں نے کہا ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے اور تیرے جی کی باتیں میں نہیں جانتا۔ کیونکہ تو ہی غیب دان ہے۔ میں نے تو انہیں وہی کچھ کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا ان سے خبردار تھا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان کی خبر رکھنے والا تو ہی تھا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ج يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ط قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ج أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ۝ اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ط (پ توبہ: ع۵)

یہودیوں نے کہا کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصاریٰ نے کہا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافروں کی بات کی مشابہت کرتے ہیں۔ خدا انہیں تباہ کرے، کدھر بھرے جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں اور مسیح ابن مریم کو الٰہ بنا لیا، چاہے وہ مولوی اور پیر نیک ہوں یا بد)

اولیائے کرام کے حق میں

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی (پ۲۷: نجم ع۱)

کیا تم نے لات، عزّٰی اور ایک تیسرے منات کو دیکھا۔

ان میں سے لات ایک بزرگ تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۲۱ میں ہے۔ اور عزّٰی اور نائلہ دو بدکار مرد و زن تھے۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ (پ۲۹: نوح ع۲)

اور انہوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اور ودّ، سواع یغوث اور نسر کو بھی ہرگز نہ چھوڑنا۔

یہ پانچ نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے۔ جب فوت ہوئے تو ان کی صورتیں پتھروں پر کندہ کیں اور ان کو غائبانہ حاجات میں پکارا گیا جیسا کہ بخاری جلدِ ثانی ص۷۳۲ اور تفسیر عزیزی میں اس مقام پر ہے کہ یہ پانچوں حضرت شیث ؑ کے نیک بیٹے تھے۔ فتح الباری میں ایک روایت مرسل ہے کہ ود حضرت شیث علیہ السلام کا نام ہے اور چار ان کے بیٹے ہیں۔ بہرحال یہ پانچوں نیک مرد تھے، پتھر نہ تھے۔

وَیَوْمَ نَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مَکَانَکُمْ اَنْتُمْ وَشُرَکَآؤُکُمْ ۚ فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ وَقَالَ شُرَکَآؤُھُمْ مَّا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ (پ۱۱: یونس ع۳)

جس دن ہم سب کو اکٹھا کریں گے۔ پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پڑے رہو۔ پس ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم تو ہماری عبادت نہیں کرتے رہے۔

سورج کے متعلق

وَجَدْتُّھَا وَقَوْمَھَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (پ۱۹: نمل ع۲)

میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ کے سوا سورج کے سامنے سجدہ کرتے دیکھا۔

ستاروں کے متعلق

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْکَبًا ۚ قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَھْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَکُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ (پ۷: انعام ع۹)

جب اسے رات نے پالیا تو ایک ستارہ دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے جب وہ غائب ہوگیا تو کہا میں غائب ہوجانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چمکتے چاند کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ پھر جب وہ غائب ہوگیا تو کہا کہ اگر مجھے رب میرے نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں ضرور ظالم بن جاتا۔ پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ تو بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو فرمایا اے میری قوم! جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو، میں ان سے بیزار ہوں۔

جنّات کے بارے میں

اِنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (پ۲۹: جن ع۱)

بے شک بہت سے انسان کتنے جن مردوں سے پناہ پکڑتے تھے۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ جنات سے پناہ مانگتے تھے۔ اس کے لئے رسالہ "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان" مصنفہ علامہ ابنِ تیمیہ ؒ کا دیکھنا ضروری ہے۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ وَذُرِّیَّتَہٗٓ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَھُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ۝ (پ۱۵: کہف ع۷)

کیا میرے سوا تم اسے (شیطان کو) اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ ظالموں کو برا بدلہ ہاتھ لگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان اور اس کی اولاد کو کارساز بنایا گیا۔

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ ۭ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ۭ اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (پ۱۳: ابراہیم ع۴)

جب کام پورا ہوچکے گا تو شیطان کہے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا مگر میں نے تم سے وعدہ خلافی کردی۔ اور مجھے تو تم پر کچھ غلبہ نہ تھا مگر یہ کہ میں نے تمہیں بلایا پس تم نے میری بات مان لی۔ پس مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا فریادرس ہوں اور نہ تم میرے اور جو تم نے اس سے پہلے مجھے شریک بنایا تھا میں اسکا انکار کرتا ہوں، بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی مولائے کریم کا شریک ٹھہرایا گیا۔

حدیث میں ہے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ مَسَاجِدَ

خدا یہودیوں اور نصرانیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء ؑ کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا

إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَيْهِ مَسْجِدًا الخ
جب ان میں کوئی نیک مرد مرجاتا ہے تو اس پر قبہ بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی:-

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ
اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت ہونے لگے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے شجرۃ الرضوان کو جڑ سے اسی لئے اکھیڑ دیا تھا کہ وہاں اس کی پوجا نہ شروع ہو جائے۔ جیسا کہ آجکل بزرگوں کی خانقاہوں میں ہو رہا ہے۔

نیک پیروں کے حق میں

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ۝ (پ۱۱: یونس: ع۳)

جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر قائم رہو۔ پھر ان میں پھوٹ ڈال دیں گے تو ان کے شریک کہیں گے کہ تم تو ہماری بندگی نہ کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے اور تمہارے درمیان کافی شاہد ہے۔ ہمیں تو تمہاری عبادت کی خبر تک نہ تھی۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝ (پ۱۴: نحل: ع۲)

جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مرے ہیں کہ ان میں جان نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو مرے ہوئے بزرگوں کو پوجتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (حوالہ مذکورہ بالا رکوع ۱۲)

جب مشرک اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی وہ ہمارے شریک ہیں جنہیں ہم تیرے سوا پکارتے تھے۔ تب وہ انہیں کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی رحمہ نے لکھا ہے کہ جو لوگ بزرگان دین کو پوجتے ہیں وہ بزرگ بے گناہ ہیں۔ ایک شیطان وہی نام رکھ کر اپنے آپ کی پوجا کراتا ہے اسی لئے قیامت کے دن وہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

وَإِن مِّن قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ (پ۱۵: بنی اسرائیل ع۶)

کوئی ایسی بستی نہیں کہ جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کر دیں یا اس پر سخت آفت نہ ڈالیں۔ یہ بات کتاب میں لکھی گئی ہے۔

اس پر حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمہ نے لکھا ہے "ہم تقدیر میں لکھ چکے ہیں کہ ہر شہر کے لوگ اپنے ایک بزرگ کو مقرر کر کے پوجتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں سو وقت آنے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا"

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِن دُونِي أَوْلِيَاءَ إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا ۝ (پ۱۶: کہف: ع۱۲)

کیا اب کافر یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے سوا میرے بندوں کو کارساز بنالیں۔ ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کی ہے۔

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝ (پ۲۲: فاطر: ع۲)

جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری حاجت برآری نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شریک بنانے سے منکر ہو جائیں گے اور جاننے والے کی طرح تجھے کوئی بھی خبر نہ دے گا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝ (پ۱۵: بنی اسرائیل: ع۶)

فرما دیجئے کہ جنہیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر لیا ہے انہیں بلاؤ۔ پس وہ تم سے تکلیف دور کرنے اور نہ ہی پھیر دینے کا اختیار رکھتے ہیں وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کا کون زیادہ نزدیک ہے اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ۝ (پ۲۲: سبا: ع۳)

فرما دیجئے کہ جنہیں تم نے اللہ کے سوا گمان کر رکھا ہے انہیں بلاؤ۔ وہ آسمانوں میں ایک ذرہ بھر چیز کے مالک نہیں اور نہ ہی زمین میں اور نہ ہی ان کا ان دونوں میں کچھ ساجھا ہے۔ اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے۔

ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِن دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۝ (پ۲۴: حم مومن: ع۸)
وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ۝

پھر انہیں کہا جائیگا کہ کہاں ہیں وہ معبودان باطلہ جنہیں تم اللہ کے سوا شریک بناتے تھے کہیں گے کہ ہم سے گم ہو چکے ہیں، نہیں نہیں، بلکہ ہم نے تو پہلے کبھی کسی کو پکارا ہی نہیں۔ اور جس دن کہ پکاریگا کہ میرے شریک کہاں ہیں، کہیں گے کہ ہم نے تجھے کہہ سنایا کہ

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ○ (پ۲۵: حٰم سجدہ: ع ۶)

ہم میں سے کوئی بھی اس کا اقرار نہیں کرتا اور پہلے جنہیں پکارتے تھے وہ ان سے گم ہو گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ انہیں کہیں خلاصی نہیں۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ (پ۲۶: الاحقاف: ع ۱)

اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی کچھ حاجت روائی نہیں کر سکتے۔ اور وہ اس کی پکار سے بے خبر ہیں جب تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن اور ان کی عبادت سے منکر ہونگے

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○

(پ۲۶: الاحقاف: ع ۴)

پس ان کی ان معبودوں نے جنہیں کہ اللہ کے سوا بڑے درجے پانے کو معبود بنا لیا، مدد کیوں نہ کی۔ یہ ان کا جھوٹ ہے اور جو کچھ کہ اپنے پاس سے افترا باندھ لیتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ○ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (پ۷: الانعام: ع ۳)

جس دن کہ ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تمہیں دعوے تھا۔ پھر ان کا یہی گندا جواب ہوگا کہ کہیں گے کہ اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے، ہم شریک بنانے والے نہ تھے۔ دیکھئے کیسے اپنے اوپر جھوٹ بولا۔ اور جو باتیں کہ بنایا کرتے تھے، ان سے کھوئی گئیں۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ (پ۷: الانعام: ع ۱۱)

البتہ تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آ چکے جس طرح کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ اسباب ہم نے تمہیں دیا تھا اسے اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو۔ اور جن شریکوں کا تمہیں دعوے تھا کہ ان کا تم میں ساجھا ہے انہیں ہم تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے! البتہ تمہارا تعلق منقطع ہو گیا اور جو دعویٰ کرتے رہے وہ تم سے جاتے رہے۔

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ (پ۸: الاعراف: ع ۴)

حتیٰ کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے جان لینے کو ان کے پاس آئیں گے تو کہیں گے کہ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے تھے وہ کہاں ہیں، کہیں گے کہ ہم سے گم ہو چکے ہیں اور اپنے اوپر اقرار کریں گے کہ وہ کافر تھے۔

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (پ۸: الاعراف: ع ۶)

بیشک ہمارے رب کے رسول سچی بات لائے۔ سو کیا اب ہمارا کوئی سفارشی ہے جو سفارش کرے یا ہم لوٹا دیئے جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں۔ انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور جو افترا باندھتے تھے ان سے گم ہو گیا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (پ۱۳: رعد ع ۲)

جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے۔ مگر جیسے کہ کسی نے پانی کی طرف دونوں ہاتھ پھیلا دیئے تاکہ اس کے منہ میں پہنچے اور وہ تو کبھی اس کے منہ میں نہ پہنچیگا اور کافروں کی پکار تو نری گمراہی ہے۔

یعنی جس طرح وہ پانی ان کی بات کو سن بھی نہیں سکتا اور نہ ہی ان تک پہنچ کر پیاس کو دور کر سکتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح خدا کے نیک بندے نہ تو غائبانہ پکاریں سنتے ہیں اور نہ ہی ان تک پہنچ کر ان کی تکلیف دور کر سکتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○

(پ۷: المائدہ: ع ۱۶)

جب فرمائے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بن مریمؑ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو۔ کہیں گے اے خدا! تو شریکوں سے پاک ہے۔ میرے شایانِ شان نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہی ہے تو تو میرے دل کی باتیں جانتا ہے اور میں تیرے دل کی باتیں نہیں جانتا۔ بیشک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور جب تک میں ان میں رہا تو ان کے اعمال دیکھتا رہا اور جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو خود ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہی ہر ایک چیز کو دیکھتا ہے۔

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ (پ۱۳: رعد: ع ۲)

فرما دیجئے! کیا تم نے اللہ کے سوا ایسے کارساز بنا لئے ہیں جو اپنے نفع اور نقصان کے بھی مالک نہیں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (پ۱۵: کہف: ع ۷)

اور جس دن کہیگا کہ میرے جن شریکوں کا تمہیں دعوے تھا ان کو بلاؤ۔ پھر وہ پکارینگے تو وہ کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ کر دیں گے۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا ۙ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ (پ ١٦: مریم: ع ٥)

لوگوں نے اللہ کے سوا معبود بنالئے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار رہوں، ہرگز نہیں وہ ان کی عبادت کرنے کا انکار کردیں گے اور ان کے مخالف ہوجائیں گے۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ (پ ٢٥: زخرف: ع ١)

انہوں نے اس کے بندوں سے خدا کی اولاد مقرر کر رکھی ہے۔

مشرک مولویوں اور پیروں کے حق میں آیاتِ قرآنیہ

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۗ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۗ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝

(پ ٢: بقرہ: ع ٣٠)

جب پیروی کئے ہوئے (بدمولوی اور بد پیر) پیروی کرنے والوں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب دیکھیں گے اور ان کے سب تعلقات منقطع ہوجائیں گے، پیرو کہیں گے، کیا اچھا ہوتا کہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹ جانے کا موقع مل جاتا پھر ہم بھی ان سے ایسے بیزار ہوتے جیسے کہ یہ ہم سے بیزار ہوچکے ہیں اسی طرح اللہ حسرت دلانے کے لئے انہیں انکے اعمال دکھلائے گا اور وہ آگ سے ہرگز نہیں نکلیں گے۔

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ (پ ٨: الاعراف: ع ٤)

جب ایک گروہ داخل ہوگا تو دوسرے گروہ کو لعنت کریگا۔ حتی کہ جب سب اس میں گر چکے ہونگے تو ان کے پچھلے پہلوں کو کہیں گے، اے اللہ انہوں نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ پس تو انہیں آگ کا دونا عذاب دے۔ فرمائے گا کہ دونوں کا دوگنا ہے مگر تم نہیں جانتے اور ان کے پہلے پچھلوں سے کہیں گے پس تم کو ہم پر کچھ بڑائی نہ ہوئی پس اب اپنے اعمالِ منکرانہ کے سبب جو کیا کرتے تھے عذاب چکھو

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ (پ ١٣: ابراہیم: ع ٣)

اور سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچاؤ گے تمہیں گے کہ اگر خدا نے ہمیں ہدایت دی ہوتی تو ہم تمہیں راستہ دکھلاتے۔ برابر ہے ہمارے حق میں کہ بے قراری کریں یا صبر ہمیں خلاصی نہیں۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ٢٢: سبا: ع ٤)

اور کبھی تو دیکھے کہ جب ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر بات ڈالتے ہوں گے، کمزور زبردستوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار ہوتے۔ زبردست کمزوروں سے کہیں گے کہ ہدایت پہنچنے کے بعد کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا بلکہ تم خود گنہگار تھے۔ اور کمزور بڑائی کرنے والوں سے کہیں گے کہ کوئی نہیں پر رات دن کے فریب سے جب تم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ اللہ کی نافرمانی کریں اور اس کے ساجھی بنائیں اور جب عذاب دیکھیں گے تو پریشانی ظاہر کریں گے اور ہم منکروں کی گردنوں میں طوق ڈال دینگے جو کرتے تھے وہی بدلہ پائیں گے۔

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝

(پ ٢٢: الاحزاب: ع ٨)

جس دن وہ آگ میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے تو کہیں گے ہائے افسوس کیا اچھا ہوتا کہ ہم خدا اور رسول کا کہا مانتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ پس انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے ہٹا دیا اے ہمارے رب! انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی پھٹکار کر۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۝ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ۝ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ يَّتَسَاۗءَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ڰ اِنَّا لَذَاۗىِٕقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝

اکٹھا کرو مشرکوں، ان کے ساتھیوں (پیر بھائیوں) اور ان معبودانِ باطلہ کو جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے پھر انہیں دوزخ کی راہ پر چلاؤ اور انہیں کھڑا رکھو (کیونکہ) ان سے پوچھنا ہے کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ کوئی نہیں۔ آج وہ اپنے آپ کو پکڑواتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔ کہیں گے کہ تم ہی ہم پر دائیں طرف سے آتے تھے وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمیں تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم ہی حد سے نکلنے والے ہو۔ پس ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی بیشک ہمیں تو مزہ چکھنا ہے۔ جیسے ہم خود گمراہ تھے تمہیں

(پ ٢٣، الصّٰفّٰت: ع ٢)

بھی گمراہ کیا۔ سو اس دن وہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ ہم مجرموں سے ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ج لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ط اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ط اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ج فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝ (پ ٢٣، ص، ع ٣)

یہ ایک فوج تمہارے ساتھ دھنستی چلی آرہی ہے، ان کا اچھا نہ ہو، وہ آگ میں گھسنے والے ہیں (مرید) کہیں گے تمہارا ہی بھلا نہ ہو۔ تم ہی اس کو ہمارے سامنے لائے۔ پس برا ٹھکانہ ہے (مرید) کہیں گے، اے ہمارے پروردگار، یہ جو ہمارے سامنے لایا تو اسے آگ میں دونا عذاب دے۔ اور (مرید) کہیں گے کہ کیا ہوا ہم جنہیں شرارتی سمجھتے تھے، نہیں دیکھتے (یعنی توحید بیان کرنے والے) کیا ہم نے انہیں ٹھٹھے میں پکڑا تھا، یا ہماری آنکھیں ان سے چوک گئیں۔ یہ بات ٹھیک ہوئی ہے دوزخیوں کا آپس میں جھگڑا کرنا۔

وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ط اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ط قَالُوْا بَلٰى ط قَالُوْا فَادْعُوْا ج وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ (پ ٢٤، حٰم مومن: ع ٥)

اور جب آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور (مرید) غرور کرنیوالوں (پیروں) سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے۔ کیا تم عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر دو گے، غرور کرنے والے کہیں گے ہم سبھی اسی آگ میں ہیں بے شک اللہ نے اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور جہنم میں پڑے ہوئے لوگ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے کہو کہ ہم سے ایک دن تھوڑا سا عذاب ہلکا کر دے تو وہ کہیں گے کیا تمہارے ہاں تمہارے رسول کھلی نشانیاں لیکر نہ آئے تھے۔ کہیں گے کیوں نہیں۔ کہیں گے پھر پکارو۔ اور کافروں کی پکار نری گمراہی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝ (پ ٢٤، حٰم سجدہ: ع ٤)

اور کافر کہیں گے اے رب ہمارے ان دو جنوں اور انسانوں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا، دکھا کہ ہم انہیں پاؤں تلے روند لیں تاکہ وہ ذلیل ہو جائیں۔

اِلٰہٌ کے معنی کی تشریح

قرآن مجید میں اِلٰہٌ کی مخصوص صفات مختلف جگہوں میں بیان کی گئی ہیں۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ج مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (پ ٢٠، نمل: ع ٥)

بھلا کس نے آسمان و زمین بنائے اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا پس ہم نے اس سے رونق دار باغ اگائے۔ تم تو ایک درخت بھی پیدا نہیں کر سکتے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے۔

اس آیت میں چند امور بیان کئے گئے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کے کسی حصہ کے پیدا کرنے کی طاقت، آسمانوں سے پانی اتارنے کی طاقت، بارش سے درختوں کو پیدا کرنے کی طاقت اِلٰہ ہونے کے لئے ضروری ہے۔ اللہ جلّ شانہ کے بغیر کسی میں یہ تین صفتیں نہیں پائی جاتیں۔ لہٰذا اللہ کریم کے سوا کوئی بھی اِلٰہ نہیں ہو سکتا۔

نوٹ:۔ مَا كَانَ لَكُمْ سے مراد عام ہے اَيْ مِنْ جِنْسِكُمْ سَوَآءٌ كَانَ جِنًّا اَوْ اِنْسًا اَوْ مَلَكًا (روح المعانی)

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (حوالہ مذکورہ بالا)

بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا۔ اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے ٹھہرانے کو بوجھ رکھے۔ اور دو دریاؤں میں پردہ رکھ دیا۔ کیا اب بھی کوئی شریک ہے اللہ کے ساتھ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں چار امور بیان کئے گئے ہیں۔ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اس کو برقرار رکھنے کی طاقت، زمین سے پانی نکالنے کی طاقت، زمین پر پہاڑوں کو رکھ کر اسے برقرار رکھنے کی طاقت مختلف مزہ کے دریاؤں کو اکٹھا چلا کر درمیان میں پردہ ڈالنے کی طاقت، اِلٰہ ہونے کے لئے ضروری امور ہیں۔ چونکہ یہ امور اللہ کریم کے سوا کسی دوسرے میں نہیں پائے جاتے، لہٰذا اللہ جلّ شانہ کے سوا دوسرا کوئی اِلٰہ نہیں سکتا۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ط ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ط (حوالہ مذکورہ بالا)

بھلا کس کی پکار کو کون پہنچتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے اور کون سختی دور کرتا ہے اور تمہیں زمین پر پہلوں کا نائب بناتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے۔

اس آیت میں تین امور بتائے گئے۔ پریشان آدمی کی پکار سننے کی طاقت رکھتا ہو۔ برائی دور کرنے اور زمین پر خلیفہ بنانے کی طاقت رکھتا ہو۔ یہ تینوں امور اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور میں نہیں پائے جاتے۔ لہٰذا اس کے سوا کوئی اِلٰہ بھی نہیں بن سکتا۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ الخ کی تائید میں وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا الخ (پ ٢٦: احقاف ع ١)

۵ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیا ء سے

۵ غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر
کیست درعالم از و گمراہ تر

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ (حوالہ مذکورہ بالا)

کون ہے جو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں تمہیں راہ دکھاتا ہے۔ اور کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری لانے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور بھی معبود ہے۔

اس آیت میں دو امور بیان کئے گئے ہیں۔ دریاؤں اور خشکیوں میں راستہ نہ ملنے پر رہنمائی کرنے والا۔ باران رحمت آنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں خوشخبری کے طور پر چلانے کی طاقت رکھنے والا صرف اللہ ہی ہے۔ لہٰذا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں بن سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث اَعِيْنُوْنِيْ يَاعِبَادَ اللّٰهِ جیسا کہ مشہور ہے بین الناس موضوع ہے (جیسا کہ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے۔) جو نہ اللہ کے سوا کوئی پکار بھی سننے والا نہیں اور نہ ہی کوئی راستہ دکھانے میں غائبانہ امداد کر سکتا ہے۔ لہٰذا جنگلوں وغیرہ میں پکارنے کے لائق بندگان خدا نہیں ہو سکتے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ (حوالہ مذکورہ بالا)

کون ہے جس نے مخلوق کو ابتداءً پیدا کیا اور پھر دوبارہ پیدا کرے گا اور کون تمہیں زمین و آسمان سے روزی دیتا ہے۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے

اس آیت میں تین امور بیان کئے گئے ہیں۔ تمام مخلوق کو پیدا کرنے کی طاقت، دوبارہ زندہ کرنے کی طاقت، آسمان اور زمین سے رزق دینے کی طاقت۔ چونکہ یہ تینوں امور اللہ جل شانہ کے سوا کسی میں نہیں پائے جاتے، لہٰذا اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں بن سکتا۔

ان آیات کے بعد ان تمام امور کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں میں کوئی فرشتہ اور زمینوں میں کوئی ولی یا پیغمبر علیہم السلام غیب نہیں جانتے۔ اسی وجہ سے ان میں مذکورہ بالا صفات نہیں پائی جاتیں۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

فرما دیجئے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

ان تمام آیات اور امور مذکورہ سے یہ حاصل نکلتا ہے کہ الٰہ کے لئے امور مذکورہ میں متصرف ہونا ضروری ہے اور متصرف تب ہو سکتا ہے کہ پہلے ان امور کو جاننے والا بھی ہو۔

قانون لفظ اِلٰہ

جہاں کہیں قرآن مجید میں اِلٰہ کا لفظ آجائے۔ اور غیر اللہ سے الٰہ ہونے کی نفی کی جارہی ہو، وہاں غیر اللہ سے (خواہ وہ نبی ہو یا ولی) غائبانہ حاجات میں مافوق الاسباب متصرف فی الامور ہونے کی نفی کی جائے گی اور علم غیب کی بھی نفی کی جائے گی۔ لیکن زیادہ تر متصرف فی الامور ہونے کی نفی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس سے علم غیب کی نفی لازم آتی ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۞ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞

(پ ۶: مائدہ: ع ۱)

کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ تینوں میں سے تیسرا ہے اور اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں اگر اس سے نہ رکے تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اللہ کے آگے توبہ کیوں نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے۔ اور وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم تو ایک رسول ہے۔ اس سے پہلے کئی رسول گذر چکے اور اس کی ماں بہت ہی سچی تھی۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھ ہم ان کے لئے کیسی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔ فرما دیجئے کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے نفع اور نقصان کے مالک نہیں۔ اور اللہ ہی ہر شے کو سننے اور جاننے والا ہے۔

یہاں ان آیات میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ سے الٰہ ہونے کی نفی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ دونوں محتاج ہیں اور نفع و نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ اور ہر شے کو جاننے والے بھی نہیں۔ یہاں بھی مقصد یہ ہے کہ غائبانہ حاجات میں عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ نافع اور ضار نہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۞ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۞ (پ ۷: الانعام: ع ۱)

تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔ پھر کافر لوگ اپنے رب سے برابری کرتے ہیں۔ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اندازہ مقرر کیا۔ اور مقرر کردہ وقت کا علم اسی کے ہاں ہے۔ پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ اور وہی ذات معبود برحق ہے آسمانوں میں اور زمینوں میں۔ تمہاری چھپی اور ظاہری باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے

اس کے بعد دوسری آیت توحید یہ آئی:۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ

پوچھئے کہ آسمان و زمین کس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے قبضۂ قدرت میں تو ہے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○
(پ۷: انعام: ع ۲)

اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں جو رات میں آرام پکڑتے ہیں اور دن میں اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ط وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (ایضًا)

اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ امورِ مذکورہ فی الآیات میں غائبانہ اور مافوق الاسباب متصرف صرف اللہ کریم ہی ہے اور ہر شے کا جاننے والا بھی وہی ہے۔ لہٰذا اگر وہ کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ نفع پہنچانا چاہے تو قادر ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ چوتھی آیت پہلی تین آیات پر متفرع ہے اور ان آیات کے بعد اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ط قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ط قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ سے نتیجہ نکالا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں۔ کیونکہ کسی میں یہ امورِ مذکورہ مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں نہیں پائے جاتے۔

الٓمّٓ ○ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط سے دعوٰی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں، اس کے بعد:-

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ط نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ○ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ط هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ط (پ۳: آلِ عمران: ع ۱)

وہ ذات جو ہمیشہ زندہ اور ہر شے پر نگہبان ہے۔ اس نے اظہارِ حق کے لئے آپ پر کتاب نازل کی جو اپنے سامنے والی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے توراۃ اور انجیل نازل کی جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا قرآن نازل کیا۔ بیشک جنہوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے اللہ پر کوئی چیز آسمان میں اور نہ زمین میں پوشیدہ رہتی ہے وہی ہے جس طرح چاہتا ہے رحموں میں تمہاری

ان آیات سے دلیل بیان کی گئی ہے جس میں دو امور غائبانہ حاجات میں ظاہری اسباب کے علاوہ بیان کئے گئے ہیں (۱) متصرف فی الامور اللہ تعالےٰ ہی ہے (۲) ہر شے کا جاننے والا بھی اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

اس کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ سے نتیجہ نکالا گیا ہے:-

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ط مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○
(پ۲۰: قصص: ع ۷)

آپ کا رب ہی جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ مخلوق کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہیں۔ اللہ شریکوں سے پاک ہے اور جنہیں تم شریک کرتے ہو ان سے بہت بلند ہے۔ جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ وہ اللہ ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ سو دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اسی کے قبضہ میں غائبانہ حکم ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ فرما دو کہ مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ قیامت تک رات کو تم پر ہمیشہ کے لئے کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے کہ تمہارے ہاں روشنی لائے کیا تم اتا بت سے نہیں سنتے فرما دو کہ مجھے بتاؤ اگر اللہ قیامت تک دن کو تم پر ہمیشہ کیلئے کر دے تو اللہ کے سوا کونسا الٰہ ہے جو تمہارے پاس رات لاوے جس میں تم آرام کرو پھر کیا تم نہیں دیکھتے اور اس نے اپنی مہربانی سے تمہارے لئے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس کا فضل ڈھونڈو۔ اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

یہاں بھی وہی دعوے اور دلائلِ توحید ہیں اور ان دلائل میں انہی دو امور یعنی غائبانہ حاجات میں متصرف اور غیب دان اللہ تعالیٰ ہی ہے، کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ اس آیت میں وَلَهُ الْحُكْمُ سے غائبانہ حاجات میں نفع و نقصان کا حکم مراد ہے اور ظاہری اسباب کے ماتحت حکم مراد لینے سے بہتر ہے۔

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ط اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ط اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط (پ۱۶: طٰہٰ: ع ۱)

یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ جو کچھ زمین اور آسمانوں اور دونوں کے درمیان میں ہے اور جو کچھ زمین کے نیچے ہے سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور اگر تو اونچی بات کہے تو وہ پوشیدہ اور بہت مخفی بات کو بھی جانتا ہے اور اللہ ہی معبود ہے۔ اس کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

یہاں بھی ذکر مافوق الاسباب امور میں متصرف اور غیب دان ہونے کا ہے۔

سوال:- اگر اللہ جلّ شانہٗ کو عالم الغیب بالذات اور غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالذات تسلیم کر لیا جائے جیسا اس کے شایانِ شان ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ اور اولیائے کرام کو عالم الغیب بالعرض یعنی بالواسطہ باعلام اللہ (عطائی) اور غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالعرض یعنی بتملیک اللہ یعنی خدا کی دی ہوئی طاقت سے تسلیم کیا جائے جیسا کہ ان کے شایانِ شان ہے تو کیا پھر بھی شرک ہوگا۔ شرک تو تب ہوتا کہ ان کو بھی بالذات مانا جاتا۔

جواب:- مشرکینِ مکہ اپنے معبودوں کو غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالذات نہیں مانتے تھے بلکہ انہیں متصرف فی الامور بالعرض بتملیک اللہ جان کر پکارتے تھے جیسا کہ مشرکین مکہ بوقت تلبیہ حج کہا کرتے تھے۔

لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ (ابن کثیر جلد چہارم ص۴۴۵)

اسی طرح مسلم جلد اول ص۳۷۶ اور بخاری شریف جلد ثانی میں ابوجہل کا تلبیہ آیا ہے۔ اسی طرح :-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (پ۲۳ : زمر ع۱) — ہم ان معبودوں کی اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

اِنَّهُمْ عَمَدُوْا اِلٰى اَصْنَامٍ اتَّخَذُوْهَا عَلٰى صُوَرِ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ فَعَبَدُوا الصُّوَرَ تَنْزِيْلًا لِذٰلِكَ مَنْزِلَةَ عِبَادَتِهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ الْمُقَرَّبِيْنَ لِيَشْفَعُوْا لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِرِزْقِهِمْ وَنَصْرِهِمْ وَمَا يَنُوْبُهُمْ مِّنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا فَاَمَّا الْمَعَادُ فَكَانُوْا جَاحِدِيْنَ لَهٗ كَافِرِيْنَ بِهٖ ۔ (ابن کثیر ج ۴ ص۴۵)

انہوں نے بتوں کی طرف قصد کیا کہ انہیں ملائکہ مقربین کی صورتوں پر بنا لیا تھا۔ اور ان کی عبادت ملائکہ مقربین کی عبادت کے قائمقام سمجھ کر کی تاکہ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں ان کے رزق اور مدد اور جنہیں امورِ دنیا سے خیال کیا جاسکتا ہے، کے لئے اللہ تعالےٰ سے سفارش کریں۔ اور قیامت کے تو منکر ہی تھے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں زیر آیت کریمہ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لکھا ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّهٗ لَيْسَ فِي الْعَالَمِ اَحَدٌ يُّثْبِتُ لِلّٰهِ شَرِيْكًا يُّسَاوِيْهِ فِي الْوُجُوْدِ وَالْقُدْرَةِ وَالْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ، هٰذَا مِمَّا لَمْ يُوْجَدْ اِلَى الْاٰنَ وَاَمَّا اتِّخَاذُ مَعْبُوْدٍ سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَفِي الذَّاهِبِيْنَ اِلٰى ذٰلِكَ كَثْرَةٌ (کبیر ج ا ص۳۳)

جان لے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اللہ کا ایسا شریک مانے جو کہ وجود، قدرت، علم اور حکمت میں اس کے برابر ہو۔ یہ ان میں سے ہے جن کا وجود ابھی تک نہیں ہوا۔ اور اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنانا، تو اسکے قائل بکثرت موجود ہیں۔

سوال :- قرآن مجید نے فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا میں ندّ کی نفی کی ہے جسکے معنی مساوی اور مماثل کے ہیں معلوم ہوا کہ کسی کو خدا کے مساوی اور مماثل نہ بنانا چاہیئے۔

جواب :- تفسیر ابوالسعود میں اس مقام پر لکھا ہے کہ چونکہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بجائے اپنے معبودوں کی عبادت شروع کر دی تھی۔ اللہ کریم نے زجر سے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے ندّ بنا لئے ہیں جو کام اللہ تعالےٰ کے لئے کرنا چاہیئے تھا وہ انہوں نے اپنے معبودوں کے لئے شروع کر دیا۔

سوال :- اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام و ملائکہ عظام کو غائبانہ حاجات میں متصرف فی الامور بالعرض بھی نہ مانا جائے بلکہ اللہ جل شانہ کے دربار میں سفارشی سمجھ کر پکارا جائے تو کیا یہ بھی شرک ہے۔؟

جواب :- یہ بھی شرک ہے۔ مکہ کے مشرک اپنے معبودوں کو سفارشی سمجھ کر پکارتے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (تفسیر ابن کثیر کا حوالہ اوپر بیان ہوچکا)

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ط (پ۱۱ : یونس ع۲) — اور اللہ کے سوا ان معبودانِ باطلہ کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

امام رازی اور علامہ ابوالسعود نے لکھا ہے۔

اِخْتَلَفُوْا فِيْ اَنَّهُمْ كَيْفَ قَالُوْا فِي الْاَصْنَامِ اَنَّهَا شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ذَكَرُوْا فِيْهِ اَقْوَالًا۔ رَابِعُهَا اَنَّهُمْ وَضَعُوْا هٰذِهِ الْاَصْنَامَ وَالْاَوْثَانَ عَلٰى صُوَرِ اَنْبِيَآئِهِمْ وَاَكَابِرِهِمْ وَزَعَمُوْا مَتٰى اشْتَغَلُوْا بِعِبَادَةِ هٰذِهِ التَّمَاثِيْلِ فَاِنَّ اُولٰٓئِكَ الْاَكَابِرَ تَكُوْنُ شُفَعَآءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنَظِيْرُهٗ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ اشْتِغَالُ كَثِيْرٍ مِّنَ الْخَلْقِ بِتَعْظِيْمِ قُبُوْرِ الْاَكَابِرِ عَلَى اعْتِقَادِ اَنَّهُمْ اِذَا عَظَّمُوْا قُبُوْرَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ شُفَعَآءَ لَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (کبیر ج ۴ ص۸۱۵)

علماء نے اس میں اختلاف کیا کہ انہوں نے پتھروں کے حق میں کیسے کہا کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور اس میں کئی قول نقل کئے ہیں جن میں سے چوتھا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں۔ پیروں اور فقیروں کی شکلیں ان بتوں کی سی بنا لیں اور گمان کیا کہ جب یہ ان مورتیوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ پیغمبر اور پیر و فقیر اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں اسکی نظیر بہت سے لوگوں کا پیروں، فقیروں کی قبروں کی تعظیم میں مشغول ہونا ہے اس اعتقاد پر کہ جب وہ انکی قبروں کی تعظیم کریں گے تو وہ اللہ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ط قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○ (پ۲۴ : زمر ع۵) — کیا انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو سفارشی بنا لیا ہے؟ فرمایئے کہ وہ اگرچہ کسی چیز کے مالک بھی نہ ہوں اور نہ ہی سمجھتے ہوں، تو بھی۔

سوال :- مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بت تھے، ان کو پکارنا اور سفارشی بنانا بیشک شرک ہے لیکن اولیائے کرام وغیرہ کو پکارنا اور سفارشی بنانا کیونکر شرک ہے۔؟

جواب :- پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مشرکین مکہ جنہیں سفارشی بناتے تھے، وہ انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام اور ملائکہ تھے۔ اور ان کی صورتوں پر بت بنا کر ان کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ تفاسیر کے حوالہ جات نیز بخاری شریف وغیرہ کے حوالہ سے بیان ہوچکا ہے کہ وَدّ، سواع وغیرہ بزرگان دین میں سے تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ (پ۹ : الاعراف ع۲۴) — جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں۔

سوال :- اگر ہر وقت انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو غائبانہ حاجات میں حاجت روا نہ سمجھا جائے بلکہ ان کو بعض وقت سفارشی سمجھ کر پکارا جائے اور بعض اوقات اللہ تعالےٰ کو پکارا جائے تو کیا یہ بھی شرک ہے۔؟

جواب :- مشرکین مکہ بھی اپنے معبودوں کو ہر وقت اور ہر کام میں نہیں پکارتے تھے بلکہ زیادہ کٹھن کاموں میں وہ اللہ تعالےٰ ہی کو پکارتے تھے۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ — وہی ہے جو تمہیں جنگل و دریا میں پھراتا ہے حتیٰ کہ جب تم کشتیوں میں ہوا اور وہ اچھی ہوا

بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ (پ ۱۱: یونس: ع ۳)

سے لوگوں کو لے کر چلیں۔ اور وہ اس سے خوش ہو جائیں تو اچانک کشتیوں پر تند ہوا آگئی اور ان پر ہر جگہ سے موج اٹھی اور انہوں نے جان لیا کہ وہ اس سے گھیرے گئے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ کو اسی کے لئے پکار خاص کرتے ہوئے اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو ہم شکر گذار ہوں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا تو وہ اسی وقت زمین میں ناحق شرارت (شرک) کرتے ہیں۔

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱: عنکبوت: ع ۷)

جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں اور جب اللہ انہیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو وہ شرک شروع کر دیتے ہیں۔

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۲۱: روم: ع ۴)

جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب ہی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو ہی پکارتے ہیں۔ پھر جب انہیں اپنے ہاں سے رحمت چکھا دی تو ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنا شروع کر دیتا ہے۔

وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝ (پ ۲۱: لقمان: ع ۴)

جب انہیں بادلوں کی طرح موج ڈھانپ لے تو پکار کو صرف اسی کیلئے خاص کرتے ہوئے اسے پکارتے ہیں پھر جب انہیں خشکی کیطرف نجات دیدیتا ہے تو بعض ان میں سے میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ اور ہماری قدرتوں کا انکار صرف بدعہد اور حق نہ ماننے والے ہی کرتے ہیں۔

ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۱۴: نحل: ع ۷)

پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو۔ پھر جب تم سے سختی دور کر دیتا ہے تو اس وقت تم میں سے ایک گروہ اپنے رب سے شرک شروع کر دیتا ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ (پ ۷: الانعام: ع ۸)

فرما دیجئے کہ تمہیں جنگل اور سمندر کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے جسے تم عاجزی اور پوشیدگی میں پکارتے ہو۔ اگر ہمیں اس سے نجات دے تو ہم ضرور شکر گذار ہو جائیں گے۔ فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں ان ظلمات اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ (پ ۲۳: زمر: ع ۱)

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب ہی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے۔ پھر جب اسے اپنے ہاں سے نعمتیں دے دیتا ہے تو اسے بھول جاتا ہے جسے پہلے پکار رہا تھا۔ اور اللہ کے شریک بناتا ہے تاکہ اس کی راہ سے بہکائے۔

تنبیہ:۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ بھی ان مصائب کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور مصائب کے دور ہو جانے کے بعد اپنے معبودوں کو پکارنا شروع کر دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی اسلامی رُو سے مشرک تھے۔ اور آج کل کے مشرک تو ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسے مصائب کے وقت بھی اپنے ہی معبودوں کو پکارتے ہیں چنانچہ کوئی کہتا ہے ؎

بگرداب بلا افتاد کشتی ۔۔۔ مدد کن یا معین الدین چشتی

اور کوئی کہتا ہے ؎ "بہاؤ الحق بیڑا دھک" (معاذ اللہ)

لفظ الٰہ کی تحقیق

اِلٰہ بمعنی معبود ہے اور وہ عبادت سے مشتق ہے۔ لفظ عبادت کے معنی کی تحقیق آگے آئیگی۔ قرآن مجید میں عبادت کی زیادہ تر چار قسمیں آئی ہیں (۱) غائبانہ حاجات میں پکارنا (۲) نذر و نیاز دینا (۳) سجدہ کرنا (۴) طواف کرنا۔

اگر غائبانہ حاجات میں اللہ تعالیٰ کو پکارا گیا اور اس سے ڈر کر یا اس سے امید رکھ کر اس کے سامنے سجدہ کیا گیا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دیگئی اور اس کے گھر (بیت اللہ) کا طواف کیا گیا تو یہ سب کچھ اللہ کی عبادت ہوگی۔ اور اگر یہ امور غیر اللہ کے لئے کئے گئے۔ مثلاً کسی پیر کو غائبانہ حاجات میں پکارا گیا۔ یا اس سے ڈر کر یا امید رکھ کر اس کی قبر کے سامنے سجدہ کیا گیا۔ اس کے نام کی نذر و نیاز دی گئی یا اس کی قبر کا طواف کیا گیا تو یہ اس پیر کی عبادت ہوگی۔ ان تمام اقسام کو کماحقہ سمجھنے کے لئے عبادت کے معنی سمجھنے ضروری ہیں۔

لفظ عبادت کی تشریح

مفسرین نے عبادت کا معنیٰ غایۃ الخضوع والخشوع کیا ہے۔ اور بعض نے غایۃ التعظیم کیا ہے۔ اگرچہ یہ معنیٰ صحیح ہے مگر تشریح کا محتاج ہے کیونکہ یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کونسا درجہ ہے جس میں غایۃ الخشوع پایا جاتا ہے۔ والدین اور استاد کے لئے بھی عاجزی کرنی پڑتی ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں لفظِ عبادت پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ عبادت بندگی کا نام ہے یعنی بندہ ہونا ایسی ذات کے لئے ہو سکتا ہے جس کی طرف بندہ ہر وقت ہر چیز میں محتاج ہو اور اس کے سامنے ذلیل ہو۔ عبادت کا بہترین معنی علامہ ابن قیم نے مدارج السالکین صفحہ ۴۰ جلد اول سطر ۲۸ میں لکھا ہے" العبادۃ عبارۃ عن الاعتقاد والشعور بان للمعبود سلطۃ غیبیۃ (ای فی العلم والتصرف) فوق الاسباب یقدر بہا علی النفع والضر فکل دعاء ونداء وثناء وتعظیم ینشاء من ہذا الاعتقاد فہی عبادۃ"۔

اگر یہ اعتقاد خدا تعالےٰ کے حق میں ہو کہ ہمارے حالات جاننے اور ان میں متصرف ہونے میں اللہ جل شانہ کا مافوق الاسباب غیبی قبضہ ہے اور اسی اعتقاد کے ماتحت اللہ کریم کو پکارا جائے یا کوئی صفت و ثنا کی جائے، کوئی نذر و نیاز دی جائے یا کسی اور فعل سے تعظیم کی جائے تو یہ سب اللہ کی عبادت اور موجب ثواب ہوگی۔

لہٰذا اس اعتقاد کے ماتحت مسجد کو آنا، وضو کرنا، دو زانو بیٹھنا وغیرہ سب فعال اللہ تعالےٰ کی عبادت میں داخل ہوں گے۔ اور اگر معاذ اللہ یہ اعتقاد کسی پیر و پیغمبر کے متعلق ہو اور اسی اعتقاد کے ماتحت اس پیر و فقیر و پیغمبر کی طرف کی جائے۔ وہاں جاکر دو زانو بیٹھے۔ اس پر کپڑا ڈالے۔ وہاں کچھ شیرینی تقسیم کرے۔ اس کی قبر کو بوسہ دے۔ یا گھر ہی میں بیٹھ کر اس کے نام پر صدقہ و خیرات دے۔ اور اسی عقیدہ کے ماتحت زندہ پیر کے ہاتھوں کو بوسہ دے۔ یا اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے تو یہ سب افعال اس پیر کی عبادت ہوں گے اور اللہ کے نزدیک موجب لعنت ہوں گے۔ اور اگر اسی اعتقاد کے ماتحت قرآن مجید یا درود شریف پڑھے۔ یا اور اعمالِ صالحہ نماز روزہ وغیرہ کرے تو ان کا کچھ بھی ثواب نہ ملے گا۔ بلکہ وہ قرآن کریم اور نماز اس پر لعنت کرینگے کما فی الحدیث:۔

رُبَّ تَالِی الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ وَرُبَّ مُصَلٍّ وَّالصَّلٰوۃُ تَلْعَنُہٗ رُبَّ صَائِمٍ وَّالصِّیَامُ تَلْعَنُہٗ۔

بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں جن پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ بہت سے نمازی ہیں جن پر نماز انہیں لعنت کرتی ہے بہت سے روزہ دار ہیں کہ روزہ انہیں لعنت کرتا ہے

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰہَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ۱۰: توبہ: ع ۳)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس جیسا سمجھ رکھا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ وہ اللہ کے ہاں ہرگز برابر نہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

قُلْ ہَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُہُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّہُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (پ۱۶: کہف: ع ۱۲)

فرما دیجئے کہ کیا ہم بتائیں تم کو وہ لوگ جن کا کیا ہوا اکارت گیا۔ وہ ہیں کہ جن کی دنیوی زندگی میں کوشش (اعمالِ صالحہ) بیکار ہوئی اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

مَا کَانَ لِلْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰہِ شٰہِدِیْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ بِالْکُفْرِ ؕ اُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ ۚۖ وَفِی النَّارِ ہُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ (پ۱۰: توبہ: ع ۳)

مشرکوں کو حق نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔ کیونکہ وہ تو ظاہر باہر کفر کے کام کرتے ہیں۔ ان کے نیک اعمال ضائع ہو گئے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

وَقَدِمْنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ہَبَآءً مَّنْثُوْرًا (پ۱۹: فرقان ع ۳)

ہم ان کے کئے ہوئے کام پر پہنچے تو ہم نے انہیں اڑائی ہوئی خاک کر ڈالا۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ اَعْمَالُہُمْ کَرَمَادِ ن اشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ۝ (پ۱۳: ابراہیم: ع ۳)

اپنے رب کے منکروں کا حال یہ ہے کہ ان کے کام راکھ جیسے ہیں کہ اس پر آندھی کے دن سخت ہوا چلے۔ اور اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہونگے یہی ہے دور کی گمراہی۔

اگر اسی عقیدہ مشرکانہ کے ساتھ کوئی مر گیا، اس کے لئے صدقات و خیرات کئے جائیں، دعائیں مانگی جائیں تو کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ ان کے لئے نہ دعا مانگنی چاہیئے نہ خیرات و صدقات دینا چاہیئے اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْۤا اُولِیْ قُرْبٰی مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمْ اَنَّہُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ۝ (پ۱۱: توبہ: ع ۴)

نبیؐ اور ایمانداروں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں اگرچہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جب انہیں معلوم ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

حضرت نبی علیہ السلام کے چچا کے مرنے پر آپؐ نے اس کی بخشش کے لئے دعا مانگی تو آیتِ مذکورہ اتری تھی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْہُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ؕ اِنَّہُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَہُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (پ۱۰: توبہ: ع ۱۱)

اور ان میں سے کسی میت پر نماز جنازہ نہ پڑھیئے اور اس کی قبر پر بھی ہرگز نہ کھڑے ہوں، وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور نافرمان مرے۔

جب مشرک اپنے شرک میں پختہ ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے اعمال اچھے معلوم ہوتے ہیں اور اسکو ان اعمالِ مشرکانہ میں سرور و لذت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

بھلا ایک شخص جسے اپنے کام کی برائی اچھائی نظر آئے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکاتا ہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (پ۲۲ : فاطر : ع ۲)

اور جسے چاہتا ہے، راہ دکھاتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (پ۲۵ : زخرف : ع ۴)

اور جو خدا کی توحید سے آنکھیں چرائے تو ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ انہیں درست راہ سے روکتا رہتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ صحیح راہ پر ہیں۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ (پ۲۴ : حم السجدہ ۴۱ : ع ۳)

اور ہم نے ان کے ساتھ رہنے والے مقرر کر دیئے پس انہوں نے انکے سامنے مزین کر دیا ان اعمال کو جو آگے تھے اور جو ان کے پیچھے تھے اور ان پر عذاب کی بات ٹھیک پڑ چکی ہے۔ جو ان سے پہلے جن اور انسان گذر چکے ہیں بیشک وہ زیاں کار تھے۔

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (پ۸ : الاعراف : ع ۳)

انہوں نے اللہ تعالےٰ کے سوا شیطانوں کو دوست بنا لیا اور خیال کرتے ہیں کہ وہ سیدھی راہ پر ہیں۔

اللہ تعالےٰ کا دستور ہے کہ جب مشرک لوگ توحید کو قبول نہیں کرتے تو ان کو مصائب میں ڈال دیتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ مسئلۂ توحید تسلیم نہ کریں اور شرک کو نہ چھوڑیں تو ان پر استدراج کے طور پر دنیوی رزق اور عیش و عشرت کے دروازے کھول دیتا ہے اور مشرکین یہ خیال کرتے ہیں کہ ان پر خدا کا بڑا فضل و کرم ہے اور ہم اس کے بڑے مقرب بن چکے ہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ○ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ (پ۷ : الانعام : ع ۵)

آپ سے پہلے بھی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ پس ہم نے انہیں سختی اور تکلیف میں پکڑ لیا تاکہ وہ عاجزی کریں۔ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے زاری کیوں نہ کی۔ ان کے دل سخت ہوگئے اور ان کے اعمال مشرکانہ شیطان نے انہیں خوبصورت کر دکھائے پھر جب کی ہوئی نصیحت کو وہ بھول گئے تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ حتیٰ کہ جب دی ہوئی چیز سے وہ خوش ہوگئے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ پس وہ ناامید رہ گئے۔

اگر کوئی فعلِ تعظیم اس مشرکانہ عقیدے سے پیدا نہ ہو۔ مثلاً استاد، پیر اور والدین کے سامنے دوزانو بیٹھنا، ان کی خدمت میں تحائف لے جانا سب جائز ہے۔ ان کے مرنے کے بعد دعا و صدقات و خیرات کرنا سب افعالِ مسنونہ ہیں لیکن چند افعال امّتِ محمدیہ میں بالکل حرام ہیں۔ خواہ وہ اس عقیدۂ شرکیہ سے پیدا ہوں یا نہ۔ جیسا کہ حلف بغیر اللہ۔ سجدہ لغیر اللہ۔ کسی ذی رُوح چیز کی صورت بنانا۔ اس قسم کی اور چیزیں بھی حرام ہیں۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزیہ میں لکھا ہے کہ سجدۂ تعظیمیہ و سجدہ عبادت میں فارق صرف نیّت ہے۔ یعنی اگر عقیدۂ مشرکانہ کے ماتحت غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو وہ سجدۂ عبادت ہوگا اگرچہ وہ اسے سجدۂ تعظیمی کہے اور اگر وہ اس عقیدہ مشرکانہ کے ماتحت نہیں کرتا تو غیر اللہ کے لئے وہ سجدۂ تعظیمی ہوگا۔ مگر شریعتِ محمدیہ میں اس کو بھی حرام کر دیا گیا۔

علّامہ ابن قیّم کی عبارت کی تشریح سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ریڈیو، تار برقی، وائرلیس وغیرہ سے خبروں کا جان لینا شرک نہیں۔ کیونکہ یہ سب اسباب کے ماتحت ہیں، مافوق الاسباب نہیں۔ قرآن مجید میں جس قدر علمِ غیب، تصرف فی الامور اور پکار پر بحث کی گئی ہے وہ مافوق الاسباب پر مبنی ہے جو غیر اللہ کے لئے تسلیم کرنا شرک ہے۔ نیز تعریف سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو پکار غیر اللہ کیلئے شرک ہے وہ غائبانہ حاجات میں ہے۔ مطلقاً پکار شرک نہیں۔ اور مطلقاً غیر اللہ سے امداد طلب کرنا بھی شرک نہیں۔ مثلاً اس کو پکارا جائے جو سن رہا ہو، تو اس کو بلانا اور پکارنا شرک نہیں۔ جیسا کہ:-

وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ (آلِ عمران)

اور رسول تمہیں پیچھے سے پکار رہا تھا۔

اسی طرح غیر اللہ اگر زندہ موجود ہو تو اس سے امدادِ ماتحت الاسباب مانگنا جائز ہے۔ جیسا کہ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اور اَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ سے ثابت ہے۔ قرآن کریم جس پکار اور استمداد کو غیر اللہ سے شرک قرار دیتا ہے وہ غائبانہ اور مافوق الاسباب ہے۔ نیک پیروں اور ملائکہ اور انبیائے کرام سے متعلق آیات اس پر شاہد اور دال ہیں۔ ملاحظہ کیجائیں اس تحقیق سے معلوم ہوگیا کہ اگر یہ تمام افعالِ مذکورہ خدا تعالےٰ کے لئے کئے جائیں تو اللہ جل شانہ کی عبادت میں داخل ہیں اور اگر اسی عقیدہ کے ماتحت کسی پیر و فقیر کے لئے یہ افعالِ مذکورہ کئے جائیں تو اس پیر و فقیر کی عبادت ہوگی اور یہ سب شرک ہوگا۔

قرآنِ کریم میں زیادہ تر عبادت کے دو فرد بیان کئے گئے ہیں (۱) پکار۔ اور (۲) نذر و نیاز یعنی قرآن مجید میں یہ بتایا جائے گا کہ غیر اللہ کو غائبانہ حاجات میں پکارنا شرک ہے اور غیر اللہ کے نام پر کسی چیز کی نذر و نیاز دینا بھی شرک ہے۔ یہ دونوں شرک اس بات سے پیدا ہوتے ہیں کہ غیر اللہ کو عالم الغیب اور متصرف فی الامور سمجھا جائے۔ اسی لئے قرآنِ کریم میں غیر اللہ سے عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہونے کی نفی اکثر صراحۃً کی گئی ہے اس لحاظ سے عام طور پر شرک کی چار قسمیں بیان ہوں گی (۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف (۳) شرک فی الدعا اور (۴) شرک فعلی یعنی نذر و نیاز۔

عبادت کا بڑا جزو غائبانہ حاجات میں پکارنا تھا۔ اس لئے قرآن مجید میں اس کو زیادہ بیان کیا گیا ہے۔

سوال:- تفسیروں میں يَدْعُوْنَ اور يَدْعُوْا وغیرہ کے تحت يَعْبُدُوْنَ اور يَعْبُدُ وغیرہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع نہیں بلکہ ان کی عبادت کرنا منع ہے۔

جواب:- دُعا کا معنی تمام اہلِ لغت نے خواندن اور ندا کردن لکھا ہے۔ کسی بھی اہلِ لغت نے دعا کے معنی عبادت نہیں لکھے اور مفسرین نے تَدْعُوْنَ وغیرہ کی جگہ جو تَعْبُدُوْنَ لکھا ہے وہ معنی نہیں بلکہ حاصل معنی ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں لکھا ہے "مفسرین حاصلِ معنی بطریقِ افہام بیان می کنند مردمانِ ناواقف گمان می کنند کہ لفظی معنی کردہ اند

دعا بمعنی مطلق خواندن کسے را منع نیست. مراد خواندن کسے را در غائبانہ حاجات است" لہٰذا، مفسرین تفسیر بعبادت می کنند"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا دو قسم کا ہے ایک غائبانہ حاجات ہیں جو مافوق الاسباب ہو وہ شرک ہے، کیونکہ وہ غیر اللہ کی عبادت ہے لہٰذا مفسرین نے یَعْبُدُوْنَ وغیرہ لکھ کر حاصل معنیٰ بتایا ہے جو غیر اللہ کو پکارنا غائبانہ حاجات میں ہو یعنی تحت الاسباب ہو تو وہ منع نہیں بلکہ وہ قرآن مجید سے ثابت ہے جیسا کہ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ اُخْرٰىکُمْ میں کسی مفسر نے یَعْبُدُ معنیٰ نہیں کیا۔ اسی طرح وَلَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا میں بھی کسی مفسر نے عبادت کا معنیٰ نہیں لکھا۔ اور نہ ہی ان دونوں مقاموں میں یہ معنیٰ بن سکتا ہے۔ اس مقصد کو واضح کرنے کے لئے کہ کونسی پکار عبادت ہے مفسرین نے حاصل معنیٰ لکھا ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ پانی پتی نے ارشاد الطالبین میں لکھا ہے :-

مسئلہ :- دعا از اولیائے مردگاں و زندگاں و انبیاء جائز نیست۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم فرمود اَلدُّعَآءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ وقرء وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ط اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۝

آنچہ جہال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی جائز نیست۔ شرک است۔ شیخ عطار رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے ؎

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس — زانکہ نبود جز خدا فریادرس
از خدا خواہ ہرچہ خواہی اے پسر — نیست در دست خلائق خیر و شر
غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر — کیست در عالم از و گمراہ تر

اقسامِ شرک

اس پر مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ نے تقویۃ الایمان میں مفصل بحث کی ہے۔ قرآنِ مجید میں جن اقسامِ شرک کو زیادہ تر بیان کیا گیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) شرک فی العلم (۲) شرک فی التصرف (۳) شرک فی الدعاء اور (۴) شرکِ فعلی۔

شرک فی العلم سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے سوا کسی پیر و فقیر، نبی و ملائکہ اور جن کے لئے علمِ غیب ثابت کرنا۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اللہ تعالےٰ کے علم کے برابر کسی رسول یا پیر فقیر کا علم ثابت کرنا شرک ہوگا۔ کیونکہ اس کا تو دنیا میں کوئی قائل ہی نہیں ہوا۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے لکھا جا چکا ہے۔ اور یہ بھی مطلب نہیں کہ اللہ تعالےٰ کا علم جمیع مافی العالم و مافوق العالم کو محیط و شامل ہے اور پیروں فقیروں کا علم صرف جمیع مافی العالم کے لئے ہے تاکہ شرک لازم نہ آئے۔ کیونکہ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہو رہا ہے یا جو کچھ کام ہم کر رہے ہیں یا جو کچھ ہمارے سینوں میں ہے۔ اللہ جل شانہ ہی اسے جانتا ہے۔ اور یہ علم اللہ تعالےٰ کا خاصہ ہے۔ اس طرح کا علم پیروں فقیروں کے لئے ثابت کرنا خدا تعالےٰ کی صفت میں شریک کرنا ہے۔ جس پر آیات شاہد ہیں۔

لِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں اور زمینوں کا غیب اللہ ہی کے لئے ہے۔
اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط	کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کا غیب میں ہی جانتا ہوں۔
قَالَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ط وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝	فرمایا پیغمبرِ خدا نے کہ میرا رب ہی آسمانوں اور زمین کی باتوں کو جانتا ہے اور وہی سننے والا اور ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝	بے شک اللہ ہی سینے کی باتوں کو جاننے والا ہے۔

علیٰ ہٰذا القیاس اکثر آیات اسی طرح پر ہیں۔ اب علمِ غیب کو سمجھنا چاہیئے کہ جس پر ایمان و کفر کا دار و مدار ہے۔

کسی پیر و فقیر یا پیغمبر کے لئے یہ ثابت کرنا کہ جمیع مافی السمٰوٰت والارض یا مافی الصدور یا ہمارے اعمال و افعال کا اسے علم ہے یا اسے ہر وقت تو نہیں مگر اللہ تعالےٰ نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ جب چاہے یا جس وقت چاہے جو چیز چاہے جان لے جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں یہ طاقت دے رکھی ہے کہ آنکھیں کھولیں اور دیکھ لیں۔ نہ دیکھنا چاہیں تو آنکھیں بند کر لیں۔ اس قسم کی طاقت و قدرت کا غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا بھی کفر و شرک ہے۔ اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ والوں کو عذاب دینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے قبضہ میں نہ تھا۔ اس کے بعد سوال کیا گیا کہ اچھا اگر تمہیں عذاب لانے کی طاقت نہیں تو اتنا تو بتا دو کہ جس عذاب کا تم وعدہ دیتے ہو وہ کب آئے گا۔ اس کا جواب وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَآ اِلَّا ھُوَ ط سے دیا گیا یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ نفع و نقصان کی طاقت ہے اور نہ ہی علمِ غیب کی طاقت اللہ جل شانہ کی طرف سے دی گئی۔ نیز اگر پیغمبروں کو طاقت ہوتی تو یعقوب علیہ السلام کو چالیس برس تک پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اصحابِ کہف کے معاملہ میں اٹھارہ دن تک انتظار اور قذفِ عائشہؓ کے واقعہ میں ایک مہینہ تک نبی علیہ السلام کو پریشان رہنے کی ضرورت نہ تھی۔

اسی طرح سلیمان علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے قصے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جس وقت سامری نے قوم کو گمراہ کر دیا تھا معراج شریف کے واقعہ میں فرشتوں کا سوال مَنْ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ وغیرہ کے صحیح واقعات اس پر دلالت کرتے ہیں کہ علمِ غیب اللہ جل شانہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں۔

شرک فی التصرّف یعنی کسی پیر، فقیر یا پیغمبر علیہ السلام کے لئے یہ ثابت کرنا کہ اس کو غائبانہ مافوق الاسباب نفع وضرر دینے کی طاقت ہے۔ یہ شرک فی التصرف ہے بزرگان دین کے پکارنے کے حق میں جتنی آیات ذکر کی جا چکی ہیں وہ اس کے حق اور تائید میں ہیں۔

تنبیہ:۔ شرک فی التصرف تب ہوگا کہ کسی غیر اللہ کو غائبانہ مافوق الاسباب نافع وضار سمجھا جائے اور اگر غائبانہ نہ ہو تو ایک دوسرے سے امداد مانگنا منع نہیں۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جو غیر اللہ سے نفی ملک اور نفی تصرف فی الامور کی گئی ہے وہ سب غائبانہ مافوق الاسباب ہے۔ اس کے لئے کچھ شواہد گزر چکے ہیں۔ اور مفصل بحث آگے آئے گی۔

سوال:۔ جب غیر اللہ کو عالم الغیب بالعرض اور متصرف فی الامور باعطائے الٰہی ماننا بھی کفر اور شرک ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض معتبر کتابوں میں استقلال وغیرہ الفاظ کی قید لگی ہوئی ہے۔ جیسا کہ نووی (شرح مسلم) اور فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول و دوم کے اول اوراق میں لکھا ہے۔

جواب:۔ جن کتابوں میں بالاستقلال یا بالذات کی قیدیں آئی ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے پیروں، فقیروں اور پیغمبروں کو طاقت دے دی ہے کہ جس وقت جو چیز چاہیں جان لیں یا جس کو چاہیں نفع ونقصان پہنچا دیں، اس معنی کے بموجب اللہ سے طاقت حاصل کرنے میں بالعرض ہیں۔ پھر اس طاقت کو استعمال کرنے میں مستقل ہیں بالذات کا یہ معنی بالعرض سے جمع ہو سکتا ہے۔ اور یہی معنی غیر اللہ کے لئے ماننا کفر اور شرک ہے۔ نصاریٰ نے یہی سمجھا تھا کہ عیسیٰؑ اور مریمؑ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے اختیارات دئے گئے ہیں یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ کریم نے عزیر علیہ السلام کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ، حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام وغیرہم کو اختیارات دیئے ہیں اور اسی معنی کی نفی کے لئے جو غیر اللہ کے لئے ماننا صریح شرک ہے، قرآن کریم آیا۔ پس جن کتابوں میں بالاستقلال کی نفی آئی ہے اس سے یہی مراد ہے۔

آجکل کے مشرک مولوی اور پیر بالذات اور بالعرض کا معنے یہ کرتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام خود بخود بلا واسطہ مستقلاً عالم الغیب و متصرف فی الامور بالذات نہیں اور بواسطہ خدا عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہیں۔ یہ معنی بالذات اور بالعرض کا نہ قرآن مجید سے نہ کسی معتبر تفسیر سے اور نہ ہی کسی فقیہ کی کتاب سے ملتا ہے بلکہ امام رازی رحمۃ نے لکھا ہے جیسا کہ حوالہ گذر چکا ہے کہ اس قسم کے عقیدہ کا انسان آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔

نیز اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم باعطائے الٰہی سب کچھ جانتے تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وغیرہ کہہ کر اللہ اور اس کا پیغمبر صلعم لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

اگر اس معنی بالعرض کی وجہ سے عالم الغیب و متصرف فی الامور کہہ سکتے ہیں تو لازم آتا ہے کہ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور خالق وغیرہ کا اطلاق بھی کیا جا سکے نیز بالذات کا معنی تو کسی ممکن الوجود کے اندر ہونا بھی محال ہے وہ تو پہلے ہی سے منفی ہے تو لازم آتا ہے کہ قرآن مجید میں بے فائدہ اور بے معنی نفی کی گئی ہے۔

حضرت پیر صاحب بغداد والے کا فتویٰ

جو شخص کسی نبی یا ولی، فرشتہ اور جن یا کسی پیر و فقیر کو کارساز اور غیب دان جانتا ہے ان کو مصیبتوں میں پکارتا ہے۔ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ہماری تمام پکاروں کو سنتے جانتے ہیں اور ہمارے کام کروا لیتے ہیں اس کے متعلق حضرت پیر صاحب بغدادی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوےٰ یہ ہے کہ وہ کافر و مشرک ہے اس کا کوئی نکاح نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ وہ بھی ہر بات سنتے جانتے ہیں، وہ بھی کافر ہے۔ مَنْ یَّعْتَقِدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ فَهُوَ کَافِرٌ لِاَنَّ عِلْمَ الْغَیْبِ صِفَةٌ مُخْتَصَّةٌ بِاللّٰہِ سُبْحَانَهٗ (مراۃ الحقیقۃ ص ۱۵ سطر ۷ مطبوعہ مصر)

فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص ۱۵ میں ہے کہ غیر اللہ کو دور سے ندا دینا اور یہ سمجھنا کہ جن کو پکارتا ہوں وہ سن رہے ہیں تو اس سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ ہاں جس جگہ مقصود سنانا نہیں ہوتا اور نہ یہ عقیدہ ہوتا ہے وہاں شرک نہیں ہوتا۔

سوال:۔ مندرجہ بالا فتویٰ اور مسئلہ کس کس کتاب میں ہے؟

جواب:۔ بحر الرائق ص ۱۲۶ جلد پنجم مطبوعہ مصر۔ عینی شرح بخاری جلد یازدہم ص ۸۲ فتح الباری مطبوعہ مصر ص ۳۸ جلد اول ص ۱۱۵ و جلد ۸ ص ۳۹۵ و جلد ۱۳ ص ۳۱۸ مسامرہ ص ۷ مطبوعہ انصاری دہلی۔ فتاویٰ مولوی عبد الحی جلد دوم ص ۳۹۔ خلاصۃ الفتاویٰ جلد چہارم ص ۳۵۴۔ فتاویٰ عالمگیریہ مطبوعہ نولکشور ص ۲۱۳ قاضی خان جلد چہارم ص ۱۶۸ مطبوعہ مصطفائی۔ شرح فقہ اکبر ص ۱۳۶ تفسیر خازن فی آخر سورہ لقمان ص ۴۲۲۔ ردّ المحتار جلد ۳ ص ۳۰۶ جلد ۳ ص ۲۹۷ تجنیس صاحب ہدایہ کذا فی فصول العمادیۃ ص ۶۴ فی مختار الفتاویٰ۔

لَوْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً بِشَهَادَةِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لَا یَنْعَقِدُ النِّکَاحُ وَیُکَفَّرُ لِاعْتِقَادِہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ۔ جواہر الاخلاط میں ہے اِنْ وَهَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْلَمُ الْغَیْبَ یَکْفُرُ فَمَا ظَنُّکَ بِغَیْرِہٖ۔ فتح العزیز ص ۱۳۔ فتاویٰ بزازیہ ص ۳۲۵۔ فتاویٰ مولانا عبد الحی جلد اول ص ۳۷ و ص ۵۵ و در جلد دوم ص ۴۲ و در جلد سوم ص ۵۔ ان سب کتابوں میں ایسے اعتقاد والے کو کافر کہا گیا ہے۔ اور ہر سہ امام اس پر متفق ہیں۔ قرآن مجید کی پچاس سورتوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اور ایک ہزار احادیث توصرف بخاری شریف میں اس پر شاہد ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے شرک ہے۔

مولانا اشرف علی علیہ الرحمۃ نے تعلیم الدین ص ۱۴ اور بہشتی زیور ص ۲۷ الخ میں لکھا ہے کہ کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے، شرک ہے حضرت پیر صاحبؒ کی غنیۃ الطالبین ص ۶۶۔ فتاویٰ امام جعفر صادق رضؓ تذنیب تقریب ص ۵۸۔ مکتوبات امام ربانی رحؒ جلد اول مکتوب صد و ہفتم۔ مکتوب حضرت خواجہ محمد معصوم رحؒ جلد سوم مکتوب نوازدہم ملفوظات حاجی دوست محمد صاحب قندھاری موسیٰ زئی شریف والے اور ارشاد الطالبین قاضی ثناء اللہ میں ہے یا شیخ عبد القادر جیلانی و یا خواجہ شمس الدین پانی پتی چنانچہ عوام می گویند شرک و کفر است۔

(**نوٹ**) ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہوکر جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔ کوکب الیمانی علی اولاد الزوانی۔ کوکب الیمانیں علی العجلان والخراطین توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد۔ کالا کافران سب کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایسے عقائد والے لوگ بالکل پکے کافر ہیں۔ اور ان کا کوئی نکاح نہیں۔

شرک فی الدعاء غائبانہ حاجات میں کسی پیر و فقیر یا پیغمبر کو پکارنا کفر و شرک ہے۔ یہی شرک مشرکینِ مکہ میں تھا۔ اور ہر پیغمبر کے زمانے میں ہوتا رہا جس کی پوری تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

شرکِ فعلی

اس کے سمجھنے کے چار عنوان ہیں۔ ان میں سے دو عنوان شرک سے متعلق ہیں۔ اور دو توحید سے۔

(۱) تحریمات اللہ۔ (۲) تحریمات غیر اللہ۔ (۳) اللہ کی نیازیں۔ اور (۴) غیر اللہ کی نیازیں۔ تحریمات اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض حلال اور طیّب چیزوں کو خاص وقت اور خاص مقام میں حرام قرار دیا ہے، ان چیزوں سے تعرض نہ کیا جائے اور ان کو اپنے استعمال میں نہ لایا جائے۔ جیسا کہ بیت اللہ کے گرداگرد حرم میں لکڑی اور گھاس کاٹنا اور شکار کھیلنا اللہ تعالےٰ نے حرام کر دیا ہے۔ یہ مسئلہ سورہ مائدہ میں دیگر سورتوں کی بہ نسبت زیادہ آیا ہے۔ ان کی حرمت کی ایک اجمالی دلیل سورۂ مائدہ کی ابتداء اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ سے بیان کی گئی ہے یعنی اللہ تعالےٰ جو چاہے حکم دے سکتا ہے۔ اور تفصیلی دلیل سورۂ مائدہ میں دو جگہ بیان کی گئی ہے۔ پہلا مقام وَلِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّخَافُہٗ بِالۡغَیۡبِ۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے ان چیزوں کو اس لئے حرام کیا ہے تاکہ ظاہر کر دے کہ اللہ تعالےٰ کو عالم الغیب سمجھ کر اس سے کون ڈرتا ہے۔ پھر آگے جا کر فرمایا وَلِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ط وَاَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ط اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ؕ

یعنی تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ اللہ جلّ شانہٗ ہر چیز کو جاننے والے ہیں اور قادر بھی ہیں۔ اور اگر تم نے خلاف ورزی کی تو سخت عذاب دینے والے ہیں۔ یہ قسم شرک نہیں بلکہ یہ توحید ہے۔ مقابلۃً سمجھانے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

تحریمات غیر اللہ کا بیان

جس طرح اللہ تعالےٰ نے بعض حلال طیّب چیزوں کو بعض خاص مقامات میں مذکورہ بالا مقصد کے پیش نظر حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح مشرک لوگ اس کے بالمقابل مرے ہوئے بزرگوں کی قبروں پر سے درخت اور گھاس کاٹنا اور شکار کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ بعینہٖ اسی علت کے ماتحت جو تحریمات اللہ میں بیان کی گئی ہے یعنی غیب دان نافع و ضار خیال کر کے ان مرے ہوئے بزرگوں کو غیب دان نافع و ضار خیال کر کے یہ کام یعنی درخت وغیرہ نہ کاٹنا، اور کاٹنے والے کو برا جاننا تحریمات غیر اللہ ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ان خود ساختہ تحریموں کو توڑو۔ اور انہیں حرام نہ سمجھو۔ اس طرح سے مشرک لوگ جانوروں کو مرے ہوئے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ جانور اب ہمارے معبودوں کا ہو چکا ہے۔ اس پر سامان لادنا، یا اسے ذبح کر کے کھانا ہمارے لئے حرام ہے۔ اگر ان تحریموں کو ہم توڑ دیں گے تو وہ بزرگ ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ جیسا کہ آجکل ہندو لوگ سانڈ چھوڑ دیتے ہیں ویسا ہی مشرکین مکہ نے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ بنا لئے تھے۔ آجکل کے مشرک مرے ہوئے بزرگوں کی قبروں پر جانور چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر ان کے کھیتوں میں آکر چریں تب بھی نہیں روکتے۔ اسی طرح بعض ماکولات (طعام) اس قسم کے ہوتے ہیں جن کو عورتیں کھا سکتی ہیں، مرد نہیں کھا سکتے۔ جیسا کہ آجکل کے مشرک لوگ امام جعفر صادق رضؓ کا کونڈا پکاتے ہیں اور بی بی فاطمہ کی صحنک اس سے مردوں کو کھانا جائز نہیں سمجھتے۔ یا بعض قبائل والے یہ سمجھتے ہیں کہ سبز کپڑا یا سرخ کپڑا استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح پر پورے بال رکھنا ناجائز سمجھتے ہیں کہ یہ کام کریں گے تو فوراً مر جائیں گے یہ سب تحریمات غیر اللہ ہیں جنہیں قرآن مجید میں مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

عنوان ۱

اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَہِیۡمَۃُ الۡاَنۡعَامِ یعنی جو جانور تم نے اپنے بزرگوں کے لئے اپنے اوپر حرام کر رکھے ہیں وہ تمہارے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتے۔ جب تم ایمان لا چکے ہو تو ان کو حلال سمجھو۔ وہ سب تمہارے لئے حلال ہیں۔

عنوان ۲

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ۝ (پ ۷: مائدہ: ع ۱۲)

اے ایماندارو! اللہ کی حلال کردہ پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ سمجھو۔ اور نہ زیادتی کرو اللہ تعالےٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

طَیِّبٰتِ مَا میں اضافت بیانی ہے۔ یعنی جو چیزیں اللہ جل شانہٗ نے تمہارے لئے حلال کیں، ان کو تم حرام نہ سمجھو۔

عنوان ۳

وَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡۤ اَنۡتُمۡ بِہٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (حوالہ مذکورہ بالا)

اور جو اللہ نے تمہیں حلال پاک رزق دیا ہے اسے کھاؤ۔ اور اسی اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

عنوان ۴ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (پ۲ : بقرہ : ع۲۱)

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

عنوان ۵ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ حوالہ مذکورہ بالا)

اے ایمان والو! جو حلال پاک چیزیں ہم نے تمہیں رزق دیا ہے کھاؤ اور اللہ ہی کا شکر ادا کرو۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

یعنی اگر تم نے تحریمات غیر اللہ کو حلال نہ سمجھا تو یہ غیر اللہ کی عبادت ہو جائے گی اور اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ کا مقصد پورا نہ ہوگا۔

تنبیہ:- جہاں تحریمات غیر اللہ کا بیان ہو وہاں آیات ذیل کا مضمون اکثر آتا ہے۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۝ (پ۲ : بقرہ : ع ۲۰)

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے۔ اس کی پیروی کرو کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر باپ دادا کو پایا۔ خواہ ان کے باپ دادا نہ کسی چیز کو سمجھتے ہوں اور نہ راہ پاتے ہوں۔

عنوان ۶ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰیٰتِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ۝ (پ ۸ : انعام : ع ۱۴)

جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے اسے کھاؤ اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو۔

پانچویں اور چھٹے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو غیر اللہ کے لئے تحریمیں کرتا ہے وہ مومن نہیں۔ کیونکہ اس نے غیر اللہ کو معبود بنا لیا ہے۔

عنوان ۷ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ۔ (ایضًا)

تمہیں کیا ہو گیا کہ جس چیز پر اللہ کا نام لیا جائے، نہیں کھاتے۔

عنوان ۸ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا یَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ (پ۸ : انعام : ع۱۶)

اور کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور کھیتی ممنوع ہے۔ اسے وہی کھائے جسے ہم اجازت دیں۔

عنوان ۹ وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ (حوالہ بالا)

اور کہتے ہیں جو ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہے۔ اور اگر وہ مردہ ہوں تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

عنوان ۱۰ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ۔

اللہ نے جو انہیں رزق دیا اس کو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے انہوں نے حرام کر دیا۔

عنوان ۱۱ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ۝ (پ۸ : انعام : ع۱۷)

پوچھئے کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ یا کہ وہ بچہ کہ اس پر دونوں مادہ کا بچہ دان مشتمل ہے۔

عنوان ۱۲ سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ (حوالہ مذکورہ بالا - ع ۱۸)

مشرک کہدیں گے کہ اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے۔ اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام سمجھتے۔

عنوان ۱۳ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ (پ۵ : نساء : ع۱۸)

میں ان کو حکم دوں گا پس وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں گے۔

اس پر شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لکھا ہے کہ کافروں کا دستور تھا کہ گائے یا بکری کا بچہ بت کے نام کر دیا۔ اس کے کان میں نشان ڈالتے۔

عنوان ۱۴ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ (پ۸ : الاعراف : ع۳)

اور وہ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اسی پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔ فحش سے یہاں مراد ننگا طواف کرنا ہے۔

عنوان ۱۵ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ (پ۸ : الاعراف : ع۴)

پوچھئے تو سہی کہ جو زینت اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی اور پاک رزق کس نے حرام کیا۔

اس عنوان میں کپڑے وغیرہ جنہیں لوگ اپنے اوپر حرام سمجھتے ہیں، سب کا بیان آگیا۔

عنوان ۱۶ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ (حوالہ مذکورہ بالا ع۳)

اے اولاد آدمؑ ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

عنوان ۱۷ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ (پ۱۱ : یونس : ع۶)

پوچھئے کہ بھلا بتاؤ تو سہی اللہ نے تمہارے لئے روزی اتاری پس تم نے اس میں سے حلال اور حرام ٹھہرا لئے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (پ۱۴ : نحل : ع۱۵)

نہ کہو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ (پ۷ : مائدہ : ع۱۴)

اللہ نے کوئی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام نہیں بنایا۔

اس کی تفصیل حضرت شیخ رحمہ اللہ کے الفاظ میں حسب ذیل ہے:-

قَدِ اعْتَقَدَتِ الْیَهُوْدُ تَحْرِیْمَ الْاِبِلِ وَغَیْرِهٖ وَاعْتَقَدَتِ النَّصَارٰی تَحْرِیْمَ مَا حَرَّمُوْا مِنَ الرَّهْبَانِیَّةِ لِاٰلِهِهِمُ الَّذِیْ سَمَّوْهُ اِبْنًا مُتَصَرِّفًا وَاعْتَقَدَ

یہود اونٹ وغیرہ کی حرمت کا اعتقاد رکھتے تھے۔ نصاریٰ نے رہبانیت کی وجہ سے اپنے معبود جسے ابن اللہ یعنی متصرف کہتے تھے کے لئے حرام سمجھا اور مشرکین

الْمُشْرِكُوْنَ تَحْرِيْمَ الْوَصِيْلَةِ وَالسَّآئِبَةِ وَالْحَامِ - فَالْحَامُ مَا يُدَعُوْنَهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَالسَّآئِبَةُ مَا تُرِكَ بَعْدَ ضِرَابٍ مَّعْدُوْدَةٍ وَالْبَحِيْرَةُ مَا يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيْتِ وَالْوَصِيْلَةُ مَا يَدَّعُوْنَهُ لِلطَّوَاغِيْتِ وَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَالْوَصِيْلَةُ الَّتِيْ وَلَدَتْ بَعْدَ اُخْرٰى بِنَاقَةٍ بِكْرٍ ثُمَّ يُسَيِّبُوْنَهَا لِطَوَاغِيْتِهِمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ -

نے وصیلہ، سائبہ اور حام کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھا۔ پس حام وہ ہے جسے چند اونٹنیوں کے حاملہ کرنے پر معبودوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ معبودوں کے لئے روکا جاتا تھا۔ سائبہ وہ ہے جسے اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑتے تھے اور اس پر کوئی چیز نہیں لادتے تھے۔ وصیلہ جس سے دو بچے پیدا ہو چکے ہوں۔ اس کے بعد معبودوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رد کرنے کے لئے یہ آیت ارشاد فرمائی۔

ایسی تحریمات کا حکم یہ ہے کہ جو یہ تحریمیں کر رہا ہے اس کے لئے تو یہ چیزیں حرام نہیں ہوئیں۔ اسے چاہئیے کہ انہیں استعمال کرے۔ اگر حرام سمجھے گا تو مشرک ہوگا۔ اس کے سوا باقی لوگوں کے متعلق یہ حکم ہے کہ وہ اس کی تحریم کو غلط سمجھیں لیکن اس چیز کو اس کی رضامندی کے بغیر استعمال نہ کریں کیونکہ وہ چیز ابھی تک اس کی ملک سے نہیں نکلی اور جو چیزیں کسی ایک شخص کی مملوکہ نہ ہوں جیسا کہ قبرستان کے درخت اور گھاس کسی ایک شخص کی ملک نہیں بلکہ وہ عامۃ المسلمین کا وقف ہوتا ہے۔ اگر لوگ اس گھاس اور درخت کو اس عقیدہ مشرکانہ کی وجہ سے نہیں کاٹتے تو اسے ضروری طور پر کاٹنا چاہئیے تاکہ لوگوں کے عقیدہ کی اصلاح ہو۔ اور اگر لوگوں نے ضروریاتِ مسجد کے لئے محفوظ رکھا ہوا ہے تو جائز ہے اور یہ عقیدہ مشرکانہ نہیں۔

نذور اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نیازوں کا بیان

یہ شرک نہیں بلکہ توحید ہے۔ مقابلۃً یہ قسم ذکر کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص مصیبت وغیرہ میں یوں کہے کہ اگر یہ مصیبت مجھ سے دور ہو جائے تو میں اللہ کے نام پر فلاں چیز دوں گا خواہ جانور یا کوئی چیز تو یہ اللہ کی نذر ہوگی۔ اس کا نام نیاز ہے جسے منت بھی کہتے ہیں۔ پھر خواہ اس کا ثواب کسی کو بخشے یا اپنے لئے ہی رکھے۔ اسی طرح اگر خاص مصیبت کے علاوہ اپنے اوپر مہینہ یا ہر ہفتہ میں یہ لازم کر لیتا ہے کہ میں اتنی چیز اللہ کے نام پر دیا کروں گا تاکہ اللہ کی رضا شاملِ حال رہے اور اللہ تعالیٰ مصائب سے محفوظ رکھے۔ یہ صورت بھی اللہ تعالیٰ کی نذر میں داخل ہوگی۔ اس میں نذر دینے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب دان ہے اور مافوق الاسباب طاقت سے نافع و ضار بھی ہے۔ اگر میں نے اس نذر کے دینے میں مخالفت کی تو وہ مجھے نقصان دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ نذر خواہ گھر پر دے یا یوں نذر مان لے کہ میں بیت اللہ میں جا کر اس پر غلاف چڑھاؤں گا یا وہاں جا کر اتنے بکرے ذبح کروں گا تو یہ سب اللہ کریم کی نذر میں داخل ہوگا۔ اس مسئلہ کے لئے بھی قرآن مجید میں مختلف عنوانات ہیں۔

اول وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (پ ۱۷ : حج : ع ۵)

ہر امت کے لئے ہم نے ایک مقام کو قربانی کی جگہ بنا دیا تاکہ جو کچھ انہیں اللہ نے مویشی رزق دیا ہے ان پر اللہ کا نام لیں۔

دوم وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (حوالہ مذکورہ بالا ع ۱)

(اے للہ خالصۃً) یعنی اللہ کے لئے نذریں پوری کرو (از خازن)

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (حوالہ مذکورہ بالا : ع ۴)

تاکہ وہ اللہ نے جو انہیں مویشیوں میں سے رزق دیا ہے۔ چند مقررہ دنوں میں ان پر اللہ کا نام یاد کریں۔

چہارم وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (حوالہ مذکورہ بالا : ع ۵)

اور بدن کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانی بنا دیا۔ (بدن سے مراد اونٹ اور گائے وغیرہ ہیں۔

پنجم يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ - (پ ۶ : مائدہ : ع ۱)

اے ایمان والو! اللہ کی یادگاروں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ شہرِ حرام، ہدی اور قلائد والے جانوروں کی۔

ششم جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ - (پ ۷ : مائدہ : ع ۱۳)

اللہ تعالیٰ نے بیتِ حرام، شہرِ حرام، ہدی اور پٹے والے جانوروں کو لوگوں کے لئے قیام کا سبب بنایا۔

تنبیہ :- قرآن مجید میں تحریمات اللہ اور نیازاتِ اللہ کا مسئلہ بہت کم بیان ہوتا ہے۔ جتنا لکھا جا چکا ہے قریباً اتنا ہی ہے اور تحریمات غیر اللہ اور نیازات غیر اللہ کا مسئلہ قرآن مجید میں بکثرت آتا ہے اس لئے کہ اس میں شرک کی نفی کی جاتی ہے اور یہی دو قسم شرک کی ہیں۔

نذور غیر اللہ یعنی غیر اللہ کی نیازوں کا بیان

جس طرح اللہ تعالیٰ کی نذریں دو صورتیں بیان ہو چکی ہیں، بعینہٖ وہی دو صورتیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی پیر و فقیر اور پیغمبر کے لئے مانی جائیں تو وہ نذر و نیاز غیر اللہ کہلائے گی۔ اس میں اس پیر و فقیر کو عالم الغیب اور متصرف فی الامور مافوق الاسباب ماننا پڑتا ہے۔ اس قسم کی نذر و نیاز دینا شرک ہے اس کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے خواہ ذبح کرنے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھا جائے یا نہ۔ پس آج کل اولیاء اللہ کی قبور پر جو عرس کئے جاتے ہیں اور ان عرسوں کے لئے لوگ پہلے ہی سے غلہ دانے اور جانور وغیرہ پیر کے نام پر رکھ دیتے ہیں پھر عرس کے روز قبر پر لے جاتے ہیں، یہ سب غیر اللہ کی نذر ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ اسی طرح کسی ولی وغیرہ کی قبر پر غلاف تیل وغیرہ اس عقیدہ کے ماتحت لے جائے، سب غیر اللہ کی نذر میں داخل ہے۔ اگر اس نذر دینے والے کا عقیدہ مشرکانہ ہے اور بظاہر زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں ایصالِ ثواب کیلئے قبر پر ذبح کر رہا ہوں، یہ سب حرام ہوگا۔ یہ مسئلہ بھی مختلف عنوانوں کے ساتھ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اول :- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

تم پر مُردار، دمِ مسفوح، خنزیر کا گوشت اور وہ شئے جس پر غیر اللہ کا

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (پ: مائدہ ع ۲۶) — نام پکارا جائے، حرام ہے۔

دوم: قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا — کہا شیطان نے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ لوں گا۔

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر لکھا ہے کہ اس سے مراد غیر اللہ کی نذریں نیازیں ہیں۔

سوم: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (پ: بقرہ ع ۲۱) — اس کے سوا نہیں کہ حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو غیر خدا کیلئے نامزد کردی گئی ہو۔

چہارم: وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (پ: مائدہ ع ۱۶) — اور حرام ہے جو تھانوں پر ذبح کیا گیا۔

پنجم: وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ — اور یہ بھی حرام ہے کہ تم جوئے کے تیروں سے بانٹو۔

ششم: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ (پ ۸ انعام: ع ۱۶) — جو کھیتی اور مویشی اللہ نے پیدا کئے ان میں سے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے لئے ہے پس جو ان کے شریکوں کے لئے ہو وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ اور جو اللہ کے لئے ہو وہ ان کے شرکاء کو پہنچ جاتا ہے۔

ہفتم: وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ (پ: انعام ع ۱۶) — اسی طرح بہت سے مشرکوں کیلئے ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل کرنا خوبصورت کر دیا تاکہ انہیں ہلاک کریں اور ان پران کے دین کو خلط ملط کر دیں۔

ہشتم: قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ (حوالہ مذکورہ بالا) — نقصان میں ہوئے وہ جنہوں نے سوائے علم کے بیوقوفی سے اپنی اولاد کو قتل کر دیا اور اللہ پر بہتان باندھ کر جو اس نے انہیں رزق دیا تھا اسکو حرام کر دیا۔ کر دیا۔

نہم: وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا (حوالہ مذکورہ بالا ع ۱۷) — جس دن انہیں کاٹو ان کا حق ادا کرو اور بے جا خرچ مت کرو۔

قال مقاتل لا تشرکوا الاصنام فی الحرث والانعام (خازن) — مقاتل نے کہا اپنے معبودوں کو کھیتی اور جانوروں میں شریک نہ کرو یعنی ان کا حصہ نہ نکالا کرو۔

دہم: اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (حوالہ مذکورہ بالا ع ۱۸) — یا بری چیز جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔

یازدہم: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ: اعراف ع ۴) — فرما دیجئے پختہ بات ہے کہ میرے رب نے بے حیائی کی کھلی اور چھپی باتوں کو حرام کر دیا۔ اور گناہ ناحق کی زیادتی کو اور تمہارے اللہ کے ساتھ اس چیز کو حرام ٹھہرانے کو جس کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ اللہ پر ان جانی بات کہو، سب حرام کر دیا۔

المراد بالاثم النذر لغیر اللہ (از تفسیر کبیر) یعنی مراد اثم (گناہ) سے غیر اللہ کی نذر ماننا بھی ہے۔

دوازدہم: وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (پ ۱۰۔ توبہ ع ۴) — جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کی ہیں انہیں حرام نہیں سمجھتے۔

سیزدہم: وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ (پ ۱۴۔ نحل ع ۷) — ہمارے دیئے ہوئے رزق سے ان کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں وہ جانتے بھی نہیں۔

چہاردہم: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (پ ۱۷: حج ع ۴) — پلیدی یعنی بتوں سے بچو (یعنی ان کی نیاز نہ دیا کرو)

پانزدہم: وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (حوالہ مذکورہ بالا) — جھوٹ بات سے بچو۔ (یعنی غیر اللہ کی نیاز دینے سے بھی بچو۔ تشریح آگے ملاحظہ ہو۔

نقشہ آیات تحریمات غیر اللہ

ان کا حکم یہ ہے کہ ایسی تحریمیں باطل ہیں ان کو اٹھانا چاہیے اور جو چیزیں ایسی تحریموں کے ذریعہ سے حرام کی گئی ہوں انہیں حلال سمجھنا چاہیئے۔ ایسی تحریمیں کرنے والا کافر و مشرک ہے۔

آیات	حوالہ	ترجمہ
اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ	پ ۶: مائدہ: ع ۲۶	تمہارے لئے چوپائے مواشی حلال کئے گئے ہیں۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝	پ ۶: مائدہ: ع ۱۲	اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزیں جو اللہ نے تم پر حلال کی ہیں۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ اللہ نہیں چاہتا حد سے بڑھنے والوں کو۔
وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ	پ ۶: مائدہ: ع ۱۲	اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے سے جو حلال ہو اور ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے

آیات	حوالہ	ترجمہ
أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ○	پ ۶ : مائدہ : ع ۱۲	اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے سے جو حلال ہو اور ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے
(۴) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○	پ ۲ بقرہ : ع ۲۱	اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے جو حلال ہے ستھرا۔ اور نہ چلو شیطان کے قدموں پر۔ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○	پ ۲ : بقرہ : ع ۲۱	اے ایمان والو! کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے تم کو روزی دی ہے اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو۔
(۶) وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ○	حوالہ مذکورہ بالا	اور جب ان کو کہئے چلو اس پر جو نازل کیا اللہ نے کہا انہوں نے چلیں گے اس پر جس پر دیکھا اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے نہ عقل رکھتے ہوں نہ راہ کی خبر۔
(۷) فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ○	پ ۸ : انعام : ع ۱۳	سو تم کھاؤ جس پر نام لیا اللہ کا اگر تم کو اس کے حکم پر یقین ہے
(۸) وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ	″ ″ ″	اور کیا سبب ہے کہ تم نہ کھاؤ اس میں سے جس پر نام لیا گیا اللہ کا
(۹) وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ○	(پ ۸ : انعام : ع ۱۶)	اور کہتے ہیں یہ مویشی اور کھیتی منع ہے اس کو نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں اپنے خیال پر اور بعضے مواشی کی پیٹھ منع ٹھہرایا ہے اور بعضے مواشی کے ذبح پر نام نہیں لیتے اللہ کا اس پر جھوٹ باندھ کر۔ سزا دے گا ان کو اس جھوٹ کی۔
(۱۰) وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ○	″ ″ ″	اور کہتے ہیں کہ جو اس مویشی کے پیٹ میں ہے سو وہ ہمارے مرد کھائیں اور حرام ہے ہماری عورتوں پر اور جو مردہ ہو اس میں سب شریک ہوں وہ سزا دے گا ان کو ان تقریروں کی اور بے شک وہ حکمت والا بڑا جاننے والا ہے۔
(۱۱) قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ○	″ ″ ″	پوچھو تو دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا جو پیٹ رہا ہے مادوں کے پیٹ میں۔
(۱۲) سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ	پ ۸ : انعام : ع ۱۸	اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو ہم شریک نہ ٹھہراتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز۔
(۱۳) وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ	پ ۵ : نساء : ع ۱۷	اور ان کو سکھاؤں گا کہ بدلیں اللہ کی بنائی ہوئی صورت۔
(۱۴) وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا	پ ۸ : اعراف : ع ۳	اور کریں جب کچھ عیب کا کام کہیں ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے ہم کو یہ حکم کیا۔
(۱۵) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ○	پ ۸ : اعراف : ع ۴	تو کہہ کس نے حرام کی زینت اللہ کی جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے واسطے اور کھانے کی حلال چیزوں کو۔
(۱۶) يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا	″ ″ ″	اے اولاد آدم! پہن لو اپنا لباس ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔
(۱۷) قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا	پ ۱۱ : یونس : ع ۶	تو کہہ بھلا دیکھو تو جو اللہ نے اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرایا اس میں سے کوئی حرام اور حلال۔
(۱۸) وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ	پ ۱۴ : نحل : ع ۱۵	اور مت کہو وہ بات جو کہ تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔
(۱۹) مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ	پ ۷ : مائدہ : ع ۱۴	نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔

نقشہ آیات متعلقہ تحریمات اللہ

ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ ان کو باقی رکھنا اور ان کی حرمت کو قائم رکھنا ضروری ہے۔

آیات	حوالہ	ترجمہ
اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّى الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ○	پ ۶ : مائدہ : ع ۱	سوائے اس کے جو تم کو سنا دینگے مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے احرام میں اللہ حکم کرتا ہے جو چاہیے۔
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَىْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ	پ ۷ : مائدہ : ع ۱۲	اے ایمان والو البتہ تم کو آزمائے گا اللہ کچھ شکار کے حکم سے جس پر پہنچیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تاکہ ظاہر کرے اللہ، کون اس سے ڈرتا ہے بے دیکھے۔

اللہ کی نذر و نیاز سے متعلق آیات

آیات	حوالہ	ترجمہ
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ○	پ ۱۷، حج : ع ۵	اور ہر فرقہ کو ہم نے ٹھہرا دی ہے قربانی کہ یاد کریں اللہ کو وقت چوپایوں کے جو ہم نے ان کو دیئے۔
وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ ○	″ ″ ع ۴	اور پوری کریں اپنی منتیں۔
وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ	″ ″ ″	اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں کے جو اس نے دیئے ہیں ان کو۔
وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ○	″ ″ ع ۵	اور کعبہ کے چڑھانے کے اونٹ ٹھہرائے ہیں ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام کی
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْىَ وَلَا الْقَلَآئِدَ ○	پ ۶ : مائدہ : ع ۱	اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کے نام کی چیزوں کی اور نہ ادب والے مہینے کی اور نیاز کے جانوروں کی جو کعبہ کو جاویں اور نہ قلادے والے جانوروں کی۔
جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْىَ وَالْقَلَآئِدَ ○	″ ″ ع ۱۳	اللہ نے کیا کعبہ عزت والے گھر کو لوگوں کو قائم رہنے کا سبب اور عزت والے مہینے کو اور حرم کی قربانیوں اور قلادوں والے جانوروں کو۔

نقشہ آیات متعلقہ نذر لغیر اللہ

ان کا کھانا حرام ہے اور دینے والا کافر مشرک ہے۔

آیات	حوالہ	ترجمہ
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ○	پ ۶ : مائدہ : ع ۱	حرام ہوا تم پر مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جس پر نام پکارا گیا اللہ کے سوا کا۔
وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا	پ ۵ : نساء : ع ۱۷	اور وہ بولا کہ میں البتہ لونگا تیرے بندوں میں سے حصہ ٹھہرایا ہوا۔
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ○	پ ۲ : بقرہ : ع ۲۱	یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جس پر نام پکارا گیا اللہ کے سوا کا۔
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ○	پ ۶ : مائدہ : ع ۱	اور جو ذبح کیا گیا کسی تھان پر۔
وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط	″ ″ ″	اور یہ کہ بانٹا کرو پانسے ڈال کر۔

آیات	حوالہ	ترجمہ
وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۗ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝	پ ۸ : انعام : ع ۱۶	اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی پیدائش کی کھیتی اور مویشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ سو جو ان کے شریکوں کا ہے سو نہیں پہنچے وہ اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے سو پہنچے ان شریکوں کی طرف کیا بُرا انصاف کرتے ہیں۔
وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۗ	〃 〃 〃	اور اسی طرح بھلا دکھائی ہے بعض مشرکوں کو اولاد مارنی ان کے شریکوں نے کہ ان کو ہلاک کریں اور ان کا دین ان پر غلط کریں۔
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۗ	〃 〃 〃	بے شک خراب ہوئے جنہوں نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بے سمجھے اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے ان کو رزق دیا جھوٹ باندھ کر اللہ پر۔
وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۗ	پ ۸ : انعام : ع ۱۷	اور دو اس کا حق جس دن کٹے اور بے جا نہ اڑاؤ۔
اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۝	〃 〃	یا گناہ کی چیز جس پر پکارا گیا ہو اللہ کے سوا کسی کا نام۔
وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۗ	پ ۱۴ : نحل : ع ۷	اور ٹھہراتے ہیں ایسوں کے لئے جن کی خبر نہیں رکھتے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ۔
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ ۝	پ ۱۷ : حج : ع ۴	پس بچتے رہو بتوں کی گندگی سے۔
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	پ ۸ : اعراف : ع ۴	تو کہہ میرے رب نے حرام کیا ہے۔ بے حیائی کے کاموں کو جو کھلے ہیں اور چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کو اور اس کو کہ شریک بناؤ اللہ کا جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جو تم کو معلوم نہیں۔
وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۙ	پ ۱۷ : حج : ع ۴	اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔

فائدہ چونکہ مسئلہ تحریماتِ غیر اللہ اور نیازاتِ غیر اللہ میں اکثر لوگوں کو حتیٰ کہ بعض مفسرین کو بھی خلط اور التباس ہو گیا ہے ایک کی تفسیر میں دوسرے کا ذکر کر دیتے ہیں حالانکہ ہر ایک مستقل اور مقصودی مسئلہ ہے۔ ہر ایک کا علیحدہ حکم ہے۔ اگرچہ دونوں شرک ہیں۔ اور چونکہ مشرکین تحریمات غیر اللہ ہیں اپنے معبودوں کا تقرب حلال اشیاء کے حرام سمجھنے میں کرتے تھے۔ اس لئے ان کا یہ حکم ہے کہ تحریمات کو اٹھا دو۔ ان اشیاء کے ساتھ حلال اشیا کا سا معاملہ کرو۔ ورنہ کبھی مومن نہ ہو سکو گے۔ اور نیازات غیر اللہ میں اپنے معبودوں کا تقرب ان اشیاء کے حلال جاننے اور کھانے کھلانے میں سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان کا یہ حکم ہے کہ یہ قطعی حرام ہیں۔ ان کو نہ کھاؤ اور نہ ان کو حلال خیال کرو۔ تب مومن ہو سکو گے۔ ذیل میں

ذیل میں بعض مفسرین کے اقوال نقل کئے جاتے ہیں تاکہ مزید اطمینان ہو جائے۔

(۱) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ (الآیة) اِعلم انہ لیس المراد من الآیة قصر الحرمة علی ما ذکر مطلقاً کما ہو الظاہر حتی یرد منع الحصر بحرمة اشیاء لم تذکر بل بما اعتقدوہ حلالاً بقرینة انہم کانوا یستحلون ما ذکر فکانہ قیل انما حرم علیکم ما ذکر من جہة ما استحللتموہ لا اشیاء اُخر۔ والمقصود من قصر الحرمة علی ما ذکر رد اعتقادہم حلتہ بابلغ وجہ واکدہ فیکون قصر قلب الا ان الجزء الثانی لیس لرد اعتقاد الحرمة اذ لم یعتقدوا حرمة شیء مما استحلوہ بل تاکید الجزء الاول والخطاب للناس باعتبار دخول المشرکین فیہم فیکون مفاد الآیة الزجر عن تحلیل المحرمات کما ان (یاایہا الناس کلوا الخ) زجر عن تحریم الحلالات الخ (روح المعانی ج ۲ ص ۴۳)۔

(۲) قال الشافعی رح فی ہذہ الآیة ما معناہ ان الکفار کانوا حرموا ما احل اللہ واحلوا ما حرم اللہ فجاءت ہذہ الآیة مناقضة فکانہ قال لا حلال الا ما حرمتموہ من البحیرة والسائبة والوصیلة ونحوہا من الانعام ولا حرام الا ما حللتموہ من المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ الخ۔ (تفسیر مظہری)

(۳) ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ الخ ـــــ ہذا بیان لجہل العرب قبل الاسلام فیما کانوا حرموا من الانعام وجعلوہا اجزاء وانواعاً بحیرة وسائبة ووصیلة وحاماً وغیر ذلک الی قولہ تعالیٰ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ای اخبرونی عن یقین کیف حرم اللہ علیکم ما زعمتم تحریمہ من البحیرة والسائبة والوصیلة الخ۔ والی ـــــ وقولہ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا تہکم بہم فیما ابتدعوا وافتروہ علی اللہ من تحریم

ماحرموه من ذلك (تفسیر ابن کثیر ص۱۸۳ ج ۲)

(۴) والغرض من سیاق هذه الآیة الکریمة الرد علی المشرکین الذین ابتدعوا ما ابتدعوا من تحریم المحللات علی انفسهم بآرائهم الفاسدة من البحیرة والسائبة والوصیلة والحام ونحو ذلك فامر رسوله ان یخبرهم انه لا اجد فیما اوحاه الله الیه ان ذلك محرّم وانما حرم ما ذکر فی هذه الآیة المیتة والدم المسفوح ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به وما عدا ذلك فلم یحرم انما هو مسکوت عنه فکیف تزعمون انتم انه حرام من این حرمتموه ولم یحرّمه الله - (ابن کثیر ج ۲ ص۱۸۱)

(۵) قوله :- حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ من البحیرة والسوائب ونحوها (روح ص۳۷ ج ۸)

(۶) قوله :- مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا - فنسب الیه سبحانه تحریم ما لم یحرّمہ (روح ص۴۲ ج ۸)

(۷) قوله :- المراد قصر الحرمة الخ انه رد علی المشرکین فی تحریمهم ما احل الله من بحیرة وسائبة واخواتها وتحلیلهم ما حرمه الله من هذه المذکورات کانهم قالوا تلك حرّمت علینا لکنّ هذه اُحلّت فقیل لهم ما حرم علیکم الا هذه فهو قصر قلب (حاشیہ بیضاوی ص۱۲۳)

(۸) نزلت فی المشرکین حرّموا علی انفسهم البحیرة والسائبة الخ یعنی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا کما ذکر ابن جریر - (عبد الحکیم علی البیضاوی ص۱۲۵ نقلاً عن البحر المواج)

(۹) قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ الخ :- قد جمع صاحب المدارك بین الوجوه الثلاثة المذکورة فقال قُلْ لَّاۤ اَجِدُ ای فی ذلك الوقت او فی وحی القرآن لان وحی السنة قد حرم غیره او من الانعام لان الآیة فی رد البحیرة واخواتها (تفسیر احمدی ص۲۲)

(۱۰) انما المراد مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اعم من ان یکون بحائر وسوائب (تفسیر احمدی تحت آیة حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ)

(۱۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ الخ) فالطیبٰت حلال مطلقاً وقد فسر بعضهم بالبحیرة والسائبة والوصیلة والحام یعنی کلوا البحیرة واخواتها ولا تاکلوا المیتة واخواتها (تفسیر احمدی ص۳۵)

(۱۲) وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ - مطلب یہ ہے کہ جن جانوروں پر اللہ کے سوا بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا ملائکہ یا روح خبیث یا پیر یا پیغمبر کے نام زد کر کے ان کے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض ان کی خوشنودی کی غرض سے ان کی جان نکالنی مقصود ہو تو ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی جائے اور اللہ کا نام لیا ہو - (حاشیہ حضرت شیخ الہند مرحوم سورہ بقرہ)

(۱۳) ایضاً :- اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ :- دوسرا جواب یہ کہ حرمت کو اشیاء مذکورہ ہی میں منحصر مانا جائے مگر حصر اضافی ہو یعنی انہیں چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کیا تھا جیسے بحیرہ، سائبہ وغیرہ تو مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تم پر فقط میتہ اور خنزیر وغیرہ حرام کیا ہے اور جو تم سانڈ وغیرہ کی تعظیم و تحریم کے قائل ہو۔ یہ محض تمہارا افتراء ہے -

(۱۴) ایضاً :- یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا - (پ ۲ : بقرہ : ع ۲۱) اہل عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام سانڈ بھی چھوڑتے تھے - اور ان جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے - اور یہ بھی ایک قسم شرک ہے -

جو کچھ زمین سے پیدا ہوا ہے - کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال طیب ہو نہ فی نفسہ حرام ہو - جیسے کہ مردار اور خنزیر اور وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ وغیرہ انتہیٰ -

الحاصل ان تمام مندرجہ بالا عبارات و حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ تحریمات غیر اللہ اور نذر لغیر اللہ دو علیحدہ اور مستقل مقصودی مسئلے ہیں - اور ان کا حکم بھی صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ تحریمات غیر اللہ کو مٹانا چاہئیے - یعنی ان کا کھانا حلال ہے - اور نذر لغیر اللہ مانی کفر و شرک ہے اور اس کا کھانا بالکل حرام ہے - یہ مقام نہایت قابل غور ہے - اور سمجھنے کے لائق ہے - کیونکہ اس میں بڑے بڑے مفسرین سے لغزش ہو گئی ہے -

وَكَذٰلِكَ زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ - یعنی مشرکین اس قدر شرک میں منہمک ہو چکے تھے کہ بسا اوقات یہ منت مانتے کہ اگر میرے اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہو جائے گی تو ایک بیٹا فلاں پیر یا فقیر یا بت کے نام پر ذبح کروں گا - اور یہ مسئلہ ذیل عبارت سے نکلتا ہے -

(۱) تفسیر احمدی ص۴۵۸ میں ہے - ای نحروا اولادهم لاجل الهتهم

(۲) اسی طرح تفسیر بیضاوی مصری ص۲۸۶ میں ہے اور تفسیر حقانی میں ہے کہ بابل اور نینوا کے شہروں میں یہ رسم کثرت سے تھی - اس میں بالتفصیل ذکر ہے حتّٰی کہ اپنی اولاد کو منت کے طور پر ایک وقت مقررہ پر آگ میں جلاتے تھے -

(۳) اور تفسیر روح المعانی جلد ۸ ص۳۳ میں ہے - قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ الآیة قیل انهم کانوا ینذرون لاحدهم اذا بلغ بنوه عشرة نحر واحد منهم کما فعله عبد المطّلب فی قصته المشهورة والیه اشار صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بقوله انا ابن الذبیحین -

تنبیہ :- یہ قصہ ہدایہ کے مقدمہ میں حضرت عباسؓ کے تذکرہ میں مولانا عبد الحی صاحب لکھنویؒ نے نقل کیا ہے -

عنوانات کے بعض الفاظ و جمل کی تشریح

وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ - مفسرین نے مَا سے مراد مذبوحہ لیا ہے - پھر بِهٖ کا معنیٰ علیٰ کیا ہے - پھر اس آیت کا معنیٰ یوں کیا ہے کہ وہ جانور جو غیر اللہ کی تعظیم کے لئے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے خواہ اس پر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہو یا نہ - بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ مراد لی ہے کہ ذبح کے وقت ،

بسم اللہ پڑھی گئی ہو یا نہ۔ بعض مفسرین نے اس آیت سے یہ مراد لیا ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے اور یہ معنی انہوں نے اس لئے کیا ہے کہ مشرکین عرب کا رواج تھا کہ ذبح کے وقت اپنے معبودوں کا نام لیا کرتے تھے۔ شاہ عبد العزیز رحہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں فرمایا ہے کہ مَا عام ہے اور رواج اس کا مخصص نہیں بن سکتا۔ لہٰذا مَا سے مراد عام لیا جائے گا خواہ جانور ہو یا غلہ، مٹھائی ہو یا کوئی اور چیز غیر اللہ کے تقرب کے لئے دی جائے وہ سب اس میں شامل ہیں۔ نیز اگر مَا سے مُراد صرف مذبوحہ لیا جائے تو اس کے بعد مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جن لوگوں نے مَا سے مراد مذبوحہ لے کر معنی یوں کیا ہے کہ " وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے تو انہوں نے وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی ایک صورت بیان کی ہے جو مشرکین میں رائج تھی ورنہ وہ بھی مانتے ہیں کہ غیر اللہ کے لئے نذر جس طرح مکہ والے زندہ جانور اور دیگر اشیاء بھی دیتے تھے مثلاً وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ نَصِيْبًا سے ظاہر ہے۔ لہٰذا باقی آیات کو دیکھ کر بہترین تفسیر یہ ہوگی کہ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ میں صرف مذبوحہ مراد ہو۔ اور وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ میں عام جانور ہوں یا غلہ وغیرہ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہو لیکن اس میں بھی بَا کا معنی عَلٰی کرنا پڑتا ہے۔ یعنی اگر معنی یوں کیا جائے کہ وہ کلمہ کہ اونچی کی جائے آواز اس سے غیر اللہ کے تقرب کے لئے وہ کلمہ بھی حرام او منہ کار ہے۔ اب اس معنی کے مطابق مقصود وہی ہوگا جو شاہ عبد العزیز رحہ نے لکھا ہے صرف مَا کے معنی عَلٰی نہیں کرنا پڑتا اور محاوراتِ عرب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بَا کا اپنا معنی ہی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ محاورہ ہے اَهْلَلْتُ بِالتَّلْبِيَةِ وَاَهْلَلْتُ بِالتَّسْمِيَةِ عَلَى الذَّبِيْحَةِ۔

صراح میں ہے کہ مفسرین نے جو معنی کیا ہے اس کا حاصل معنی بنا دیا جائے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے الفوز الکبیر میں مفسرین کا طریقہ لکھا ہے۔ اس بنا پر یہ اعتراض رفع ہو جاتا ہے کہ مفسرین کے قول کے مطابق بَا کا معنیٰ عَلٰی کرنا پڑتا ہے۔

فی الصراح | اَهَلَّ المعتمر اذا رفع صوته بالتلبية وبالتسمية على الذبيحة فمجرور المباء هو لفظ يرفع به الصوت اى اسم الله مثلاً فالمراد من قوله تعالٰى وَمَآ اُهِلَّ اى لفظ رفع به الصوت لتعظيم غير الله والتقرب اليه۔

پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ قول جو غیر اللہ کے تقرب کے لئے پیدا کیا جائے اس قول کو ہی حرام کر دیا اور اسی وجہ سے ہر وہ مال جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو حرام کر دیا ہے۔ اور بعینہٖ یہی حاصل ہے اِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے ای ذات فسق الخ یعنی مراد اس سے کلمہ ہے اور فَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ کا معنی بھی یہی ہے کہ ایسے قول سے ہی بچو جس کی وجہ سے نذور لغیر اللہ حرام قرار دی گئی ہیں اور وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ کا حاصل یہی ہے۔ ای تحصیل القسمة عند الاصنام۔

مشرکین عرب کا یہ طریقہ تھا کہ مشترکہ چیز کو تقسیم کرنے کے لئے اپنے معبودوں کی جگہ پر لے جاتے تھے۔ وہاں برتنوں میں کچھ لکڑیاں (تیر وغیرہ) رکھی ہوتی تھیں جن میں سے بعض پر لَكَ النِّصْفُ اور بعض پر لَكَ الثُّلُثُ اور بعض پر لَا شَيْءَ لَكَ وغیرہ کلمات لکھے ہوتے تھے۔ اور مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ہمارا معبود ہمارے حال کو جان رہا ہے اور متصرف بھی ہے وہی ہمیں یہ حصے دلا رہا ہے۔

اسی طرح جب کوئی کام کرنا چاہتے تھے تو وہاں بعض نیزے اور تیر رکھے ہوتے جن میں بعض پر اِفْعَلْ اور بعض پر لَا تَفْعَلْ لکھا ہوتا تھا ان کو نکالتے۔ اگر اِفْعَلْ نکل آتا تو وہ کام کرتے ورنہ اس کام کو نہیں کرتے تھے۔ اور ایسے اوقات میں اپنے معبودوں کے لئے کچھ نذر بھی پیش کرتے تھے۔ اور چونکہ یہ اعتقاد شرک تھا اس لئے ایسی تقسیم کو ہی حرام کر دیا گیا اور اسی سبب سے وہ مال جس سے غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو اس کو بھی حرام کر دیا گیا۔ یعنی یہ ایک اجماعی بات ہے کہ جس چیز سے بھی غیر اللہ کا تقرب مقصود ہو بایں اعتقاد کہ اس معبود (باطل) کو اس میں تصرف حاصل ہے وہ حرام بلکہ سُحت ہے۔ فکذلك ما يؤخذ الى ضرائح الاولياء الكرام تقربًا اليهم فهو بالاجماع حرام وباطلٌ۔ بعینہٖ ہر وہ چیز دنبہ، بکرا، چادر، غلہ، تیل، پھل پھول، نذر و نیاز جو اولیائے کرام کے تقرب کے لئے ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی قبور وغیرہ پر لے جاتے ہیں۔ وہ بالاتفاق حرام ہیں جیسا کہ شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے اور حرمت کی وجہ دراصل یہی تقرب اور غیر اللہ کو متصرف ماننے کا اعتقاد ہے۔ اس غیر اللہ کی نذر کے حرام ہونے پر تو اجماع ہے۔ ہاں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا عوام الناس کی نذر بھی اس میں داخل ہے یا نہیں تو ان کا اگر اعتقاد یہ ہو کہ اولیائے کرام ہمارے حالات کو جانتے ہیں اور ہمارے معاملات میں متصرف ہیں اور حاجت روا ہیں اور امداد دے سکتے ہیں تو یہ نذر بھی صریح حرام اور شرک ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہیں ہے بلکہ نذر تو اللہ کے نام کی ہے اور اللہ ہی کا تقرب حاصل کرنے کا خیال ہے لیکن اس سے محض ایصالِ ثواب اولیائے کرام کے لئے مقصود ہے تو یہ جائز ہے۔

تحقیق مسئلہ نذر غیر اللہ از کتب تفسیر و حدیث و فقہ

فی الدر المختار قبیل باب الاعتکاف

اعلم ان النذر الذى يقع للاموات من العوام وما يؤخذ من الزيت والشمع ونحوها مما ينقل الى ضرائح الاولياء الكرام تقربًا اليهم فهو بالاجماع باطل وحرام قد ابتلى الناس بذلك ولاسيما فى هذه الاعصار۔

جان لے کہ اکثر عوام جو نذر مُردوں کے لئے دیتے ہیں اور جو تیل، چراغ اور دیگر اشیاء کہ اولیائے کرام کے تقرب کے لئے ان کی قبروں پر لائی جاتی ہیں وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں اور لوگ اس میں مبتلا ہو چکے ہیں اور خصوصاً زمانہ حاضرہ میں۔

وفی الشامی ولو نذر زیتا لایقاد قندیل فوق ضریح الشیخ او فی المنارة کما تفعل النساء من نذر زیت سیّدی عبدالقادر رح ویوقد فی المنارة جهة الشرق باطلٌ وَ اقبح منه النذر بالقرأة فی المنارة مع اشتماله علی الغناء واللعب وایهاب ثواب ذٰلك الی حضرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شامی میں ہے کہ مزار پر یا منارہ میں چراغ روشن کرنے کے لئے تیل، چراغ اور دیگر اشیاء کہ اولیائے کرام کے تقرب کے لئے اور مشرق کی جانب منارہ میں روشن کیا جاتا ہے باطل ہے۔ اور اس سے بھی بہت بُرا یہ ہے کہ منارہ میں گانے بجانے کے ساتھ تلاوت قرآن مجید اور اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچانے کی نذر ماننے۔

جس وقت کوئی شخص اپنی حاجات میں اولیائے کرام کے تقرب کے لئے نذر مانتا ہے تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہے کہ اب وہ ولی نیک بندہ میری نذر پر مطلع ہے اور وہ میری مدد کرے گا۔ اسی کا نام تقرب ہے اسی لئے صاحب بحر الرائق نے وجوہ حرمت میں ایک وجہ حرمت یہ بھی بیان کی ہے۔

منھا انه ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ وذلك کفرٌ و ان الاولیاء الکرام یتصرفون فی الامور من النفع والضرر وذلك کفرٌ۔

اس ناذر نے یہ خیال کر لیا ہے کہ میت اللہ کے سوا امور میں تصرف کرتا ہے اور یہ کفر ہے اور یہ کہ اولیائے کرام نفع اور ضرر میں تصرف کرتے ہیں، یہ کفر ہے۔

اسی لئے مولانا عبدالحیؒ صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعہ فتاویٰ جلد ثانی صہ ۹۹ میں لکھا ہے کہ غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور غیر اللہ شیرینی ہو، فرنی ہو، ہر امیر و غریب پر اس کا کھانا حرام ہے۔

چونکہ لوگ اولیائے کرام کی نذر اس خیال سے دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ سب کچھ جانتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے ہمارا کام کرا دیتے ہیں یہی عقیدہ کفار مکہ کا بھی تھا جیسا کہ آیات :- مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اور وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ اور وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اس پر شاہد ہیں۔

اگر غیر اللہ کے تقرب کی نیت نہ ہو اور کسی فقیر کو بطور صدقہ دے تو وہ بوجہ صدقہ مبتدأ اس فقیر کے لئے لے لینا جائز ہے۔ یہ تب جائز ہے جب کہ شیخ کی نذر ہونے کا خیال بالکل نہ رہے۔ اور تقرب الی اللہ کا خیال ہو۔ ورنہ اگر شیخ کی نذر کا خیال ہو تو اس کا صدقہ مبتدأ سمجھ کر لینا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

وفی الشامی لم یثبت فی الشرع جوازہ للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق لانه حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ الا ان یکون فقیرا فیجوز اخذہ علی سبیل الصدقة المبتدأة وایضا مکروہ تحریما ما لم یقصد الناذر التقرب الی اللہ تعالیٰ ویقطع النظر عن نذر الشیخ ویقصد صرفه علی الفقراء۔

مخلوق کے لئے نذر ماننے کی حرمت پر اجماع ہونے کی وجہ سے شرع میں اس کا جواز ثابت نہیں۔ کیونکہ وہ حرام ہے۔ اور خادم شیخ کے لئے بھی اس کا لینا جائز نہیں۔ ہاں فقیر ہو تو صدقہ کے طور پہ لے لینا جائز ہے۔ اور جب تک نذر دینے والا تقرب الی اللہ کا ارادہ نہ رکھے شیخ کی نذر سے قطع نظر نہ کرے اور فقیروں پر اس کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرے اس کا لینا مکروہ تحریمی ہے۔

فی البحر الرائق منھا ان النذر عبادة والعبادة لغیر اللہ کفرٌ

بعض ان وجوہ حرمت سے یہ ہے کہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنا کفر ہے۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر غیر اللہ کی نذر دیتا ہے اور اعتقاد یہ رکھتا ہے کہ فلاں پیر و فقیر یا پیغمبر میرے حالات جانتے ہیں اور ما فوق الاسباب امور میں متصرف ہے تو اس نذر کا کھانا خنزیر کی طرح حرام ہے اور دینے والا کافر ہے۔ اس صورت کو کسی نے مکروہ نہیں لکھا بلکہ تمام اسے کفر و شرک اور حرام قطعی لکھتے ہیں۔ لینے اور کھانے کی اجازت صرف ایک صورت میں لکھتے ہیں کہ بادشاہ مسلمان ہو مشرکوں پر فتح پائے، ان کے بتوں کو توڑے۔ ان کی نیازات چھین لے تو کھانا جائز ہے۔ یا وہ نذر دینے والا عقیدۂ کفریہ و شرکیہ سے توبہ کرے۔ پھر وہ چیز بطور ایصالِ ثواب دے تو اس کا لینا دینا اور کھانا کارِ ثواب ہے۔

تفسیر احمدی میں دوسرے پارے کی تفسیر میں جو لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کا کھانا جائز ہے" مردود ہے جب تک کہ اس کی یہ تاویل نہ کی جائے کہ ناذر کا مشرکانہ عقیدہ جب بدل گیا تو اس کا کھانا جائز ہے جیسا کہ اس کے منہیہ سے یہ چیز مترشح ہے۔ اگر کسی نے جانور نذر غیر اللہ اسی عقیدۂ مشرکانہ کے تحت ذبح کر دیا۔ اس کے بعد اس کا مشرکانہ عقیدہ اسلامی عقیدہ میں تبدیل ہو گیا تب بھی اس جانور کا کھانا حرام ہے کیونکہ اس کے مشرکانہ عقیدہ کے لئے اس کا فعل منتہم ہو چکا ہے لیکن یہ خیال رہے کہ بوجہ ملک کسی کا بکرا وغیرہ کہنا درست ہے مثلاً فلاں کی بھینس ہے یا فلاں کا بکرا ہے یہ جائز ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے۔ یہ نسبت اضافتہ کی گئی ہے مگر کسی کے تقرب کے لئے نامزد کرنا حرام ہے۔ مثلاً پیر کے لئے بکرا ہے۔ کیونکہ پیر صاحب مالک نہیں۔ یہاں تقرب ہوتا ہے۔ اور اگر یہ نیت ہو کہ اس کا اس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچے تو یہ جائز ہے بلکہ بطور صدقہ کسی کے نام پر کوئی چیز مقرر کر دینا منع نہیں جس طرح حضرت سعدؓ نے اپنی ماں کے لئے کنواں بطور تصدق بنایا تھا۔ عبادات مالیہ کا ثواب بخشنا اتفاقاً جائز ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور غیر اللہ کی حرمت پر اجماع ہے۔ نزاع البتہ اس میں ہے کہ جو نذریں عوام الناس دیتے ہیں کیا ان میں غیر اللہ کا تقرب مراد ہوتا ہے یا نہیں اس لئے اسے بعض نے حرام اور بعض نے مکروہ تحریمی لکھا ہے اور جو نذر اولیاء اللہ کے تقرب کیلئے دی جائے اس کو سب نے قطعی حرام لکھا ہے۔ کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ اختلاف عوام الناس کی نذروں میں ہے کہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ہوتی ہیں یا تصدق کے لئے! اگر کوئی جانور اولیاء اللہ کے تقرب کے لئے نذر دیا جائے تو وہ ناذر مرتد ہو گا اور اگر اسی ارادہ کے تحت اس نے ذبح کیا تو وہ ذبیحہ مرتد کا ہو گا۔ اگرچہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے :-

وقال علماءنا لو ان مسلمًا ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحھا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد ولو ذکر اسم اللہ علیہ انتہٰی

ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی مسلم نے ذبیحہ کو ذبح کیا اور اس سے غیر اللہ کے تقرب کا قصد کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا مذبوحہ مرتد کا مذبوحہ ہے اگرچہ اس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ وھکذا فی فتاوی مولانا عبد الحی اللکھنوی رح وفتاوی الشاہ عبد العزیز الدہلوی رح۔

پس ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جانور کی نذر حرام ہے۔ اگرچہ اس پر ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جاوے۔ اسی طرح مدارک اور کبیر میں سورہ مائدہ کی تفسیر میں اور بیان القرآن اور تفسیر عزیزی وغیرہ میں ہے جنہوں نے مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا معنیٰ مَا ذُبِحَ کیا ہے باعتبار لغت کے بالکل غلط ہے جیسا کہ تفسیر فتح البیان جلد ۵ ص ۲۸۵ میں اس کی تفصیل ہے جن مفسرین نے مثلاً ابن جریر، ابن کثیر وغیرہ نے مَا ذُبِحَ کا لفظ لکھا ہے وہ حاصل معنیٰ ہے اور انہوں نے وہ صورت لکھی ہے جو ملک عرب میں زیادہ رائج تھی۔

قال صاحب الروض ان المسلم اذا ذبح للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کفر فکیف بالذبح لسائر الاموات ط

صاحب روض نے کہا کہ جب کسی مسلمان نے نبی علیہ السلام کے تقرب کے لئے ذبح کیا تو کافر ہو گیا۔ تو تمام دیگر اموات کے لئے ذبح کرنے سے کیسے نہ ہو گا۔

وفی مسند احمد: لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ای لتعظیم غیر اللہ۔

مسند احمد رح میں ہے کہ جس نے غیر اللہ کی تعظیم کیلئے ذبح کیا خدا اس پر لعنت کرے۔

وفی الغرائب لابی عبید الفقہ لابی اللیث

انہ لا یجوز ذبح البقر والغنم عند القبور لقولہ علیہ السلام لا عقر فی الاسلام ای عند القبور ھکذا فی سنن ابی داؤد۔

قبروں کے پاس گائے بکرے کا ذبح کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اسلام میں عقر یعنی قبروں کے پاس ذبح کرنا موقوف ہے۔ سنن ابی داؤد میں بھی اسی طرح ہے۔

فتاوی رشیدیہ جلد ثالث میں ہے کہ اگر کوئی جانور نذر کسی بت یا علی علیہ السلام کے نام پر ذبح کرے تو اس کا کھانا حرام ہے گو ذبح کے وقت اس پر اس پر بسم اللہ پڑھی جائے۔

دیباچه

فتح الرحمٰن فی ترجمة القرآن

از پیشوائے عارفان و مقتدائے عالمیان حضرت امام ولی الله بن عبد الرحیم دهلوی قدس سره

بسم الله الرحمٰن الرحیم

حمد نامحدود خدای را تبارک و تعالی که از رأفت نامهٔ قرآن را برای بندگان خود نازل فرمود تا مرضی او را از نامرضی باز شناسند و از مکاید نفس و ظلمات اعمال قبیحه و اخلاق خبیثه خلاص شوند و بحظیرة القدس راه یابند و نزدیک پروردگار خویش مرضی باشند. ممکن نبود که ازین مهلکه نجاتی میسر شود اگر خود دستگیری نفرمودی و متصور نبود که ازین ظلمات متراکمه خلاصی بدست آید اگر خود راه ننمودی منت او تعالی قلب و قالب ما را احاطه کرده است وجود او ظاهر و باطن ما را در گرفته و درود و سلام بر آنحضرت عالی مقام که ما را بر سعادت دارین مطلع ساخت و مصالح نشأتین بوجه اتم بیان فرمود پس هیچ بیانی نباشد واضح تر از بیان آنحضرت و هیچ رحمتی نباشد بالا تر از رحمت آنحضرت. نیک بخت ترین ما آنست که اتباع سنت آنحضرت کند و بدبخت ترین ما آنست که از راه متابعت منحرف شود و اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و سلم.

اما بعد

نصیحت و نیک خواهی مسلمانان در هر زمان و در هر مکان رنگی دیگر دارد و اقتضا دیگر نماید. و لهذا علمای دین و کبرای اهل یقین در تفسیر و حدیث و عقاید و فقه و سلوک تصانیف متنوعه ساخته اند و توالیف گوناگون پرداخته. طائفه شاهراه اطناب اختیار نموده اند و فرقه کوچهٔ اختصار پیش گرفته جماعهٔ بزبان عجم سخن گفته اند و گروهی لغت عرب در سفته. و درین زمانه که ما در آنیم و درین اقلیم که ما ساکن آنیم نصیحت مسلمانان اقتضا میکند که ترجمهٔ قرآن عظیم بزبان فارسی سلیس روز مرهٔ اقلیم متداول بی تکلف فضیلت نمائی و بی تصنع عبارت آرائی بغیر تعرض قصص مناسبه و بغیر ایراد توجیهات منشعبه تحریر کرده شود تا خواص و عوام همه یکسان فهم کنند و صغار و کبار بیک وضع ادراک نمایند. لهذا این فقیر را داعیهٔ این امر خطیر بخاطر ریخته و خواه نخواه بر سر آن آوردند. یک چند در تفحص ترجمها افتاد تا که هر کدام از تراجم بمیزانی که بخاطر مقرر شده است مناسب یابد در ترویج آن کوشد و کیف ما امکن پیش اهل عصر مرغوب نماید در بعض تطویل ممل یافت و در بعض تقصیر مخل. و هیچ یک موافق آن میزان نیفتاد لا جرم عزم تالیف ترجمهٔ دیگر مصمم شد و تسوید ترجمهٔ زهراوین بر روی کار آمد. بعد از آن سفر حرمین اتفاق افتاد و آن سلسله از هم گسست.

بعد از سالهای چند عزیزی پیش این فقیر خواندن قرآن با ترجمهٔ آن شروع کرد این صورت سلسله جنبان آن عزم شد و بر سر آن آورد که بقدر خواندن سبقا سبقا نوشته شود چون قریب ثلث قرآن رسیده شد آن عزیز را سفری پیش آمد و آن تحریر در حیز توقف افتاد. بعد از مدتی باز تقریبی پیدا شد دیگر بار آن خطرهٔ پارینه را یاد آورد و تا دو ثلث قرآن کشیده برد چون للاکثر حکم الکل مقرر است ببعض یاران گفته شد که آن مسوده را مبیض کنند و آن ترجمه را مقرون بآیات قرآن نویسند تا نسخهٔ مستقل گردد و آن یار سعادتمند روز عید الاضحی سنه خمسین بعد الالف و المائة در تبییض شروع نمود چون تبییض بآخر تسوید رسید باز عزم را انتعاشی پدید آمد و تا آخر قرآن مسود شد و کان ختم التسوید فی اوائل شعبان و ختم التبییض فی اوائل رمضان سنة احدی و خمسین بعد از آن در سنه ست و خمسین باهتمام برادر دینی عزیز القدر خواجه محمد امین اکرمه الله تعالی بشهود آن کتاب را رواجی پیدا شد و در حیز مدارست آمد و نسخ متعدد گشت و اهل عصر بآن اقبال نمودند. لله الحمد که آن نقش که خاطر می بست ؛ آمد آخر ز پس پردهٔ تقدیر پدید

و قبل از شروع در مقصود لابد است از تمهید مقدمه تا خوض درین کتاب خصوصا و در فن ترجمهٔ قرآن عموما بر وجه بصیرت واقع شود

مقدمه

در بیان مقصدی چند که تقدیم آن بر کتاب رسم قدیم مصنفان است

این کتاب از فن ترجمهٔ قرآن عظیم است مدلول نظم عربی را بعبارت فارسی ادا کرده شد با رعایت نحو و ملاحظهٔ تقدیم ما حقه التقدیم و اظهار محذوف و موافقت نظم ترجمه با نظم قرآن در ترتیب الفاظ الا در جائیکه بسبب اختلاف لغتین رکاکت لفظ یا تعقید دلالت لازم می شد و آنچه ضروریست از اسباب نزول و توجیه مشکل بقدر ضرورت بکار آمد لیکن در بیشتر ها مثل کتاب وجیز و جلالین باشد و حامل بر مشاکلت وجیز و جلالین شهادهٔ حجة الاسلام غزالی است بر آنکه خوانندهٔ مثل وجیز طبقهٔ سفلی از علم تفسیر در می یابد و نام این کتاب ....
فتح الرحمٰن بترجمة القرآن مقرر کرده شد و نام مصنف این کتاب احمد بن عبد الرحیم است و لقب مشهور ولی الله الدهلوی وطنا العمری نسبا احسن الله الیه و الی مشایخه و والدیه مرة

---

۱ در اسلامیه ساخت ۱۲ ۲ در هاشمیه جماعی و آن خطا است ۱۲ ۳ در هاشمیه متراجم و آن صریح ناصوابست ۱۲ ۴ در اسلامیه نمود ۱۲ ۵ در هاشمیه تبیض نوشته است که خطا است ۱۲
۶ در اسلامیه مبتیضه ۱۲ ۷ در هاشمیه می تابد و آن درست نیست ۱۲

این کتاب بعد خواندن متن قرآن و رسائل مختصر فارسی است تا فهم لسان فارسی بے تکلف دست دهد و بتخصیص صبیان اهل حرف و سپاهیان که توقع استیفار علوم عربیه ندارند را اول سن تمیز این کتاب را بایشان تعلیم باید کرد تا اول چیزی که در جوف ایشان افتد معانی کتاب الله باشد و سلامت فطرت از دست نرود و سخن ملاحده که مرقع صوفیه صافیه مستتر شده عالم را گمراه میسازند فریفته نکند و اراجیف[1] معقولیان خام و سخن هنود و بے انتظام لوح سینه را ملوث نسازد و نیز آنانکه بعد انقضاے شطر عمر توفیق توبه یابند و تحصیل علوم آلیه نتوانند این کتاب ایشان را باید آموخت تا در تلاوت قران حلاوتی یابند و منفعت آن در حق جمهور مسلمانان متوقع است ـ ان شاء الله العظیم

اما در حق صبیان و مبتدیان خود ظاهر است چنانکه گفته آمد و سائر ابنای روزگار که اکثر اوقات بشغل معاش مشغول اند در وقت فراغ باید که بایک دیگر حلقه حلقه بنشینند و کسی که بر عبارت فارسی قدرت داشته باشد و اندکی از فن تفسیر بهره یافته یا بر عزیزی این ترجمه را گذرانیده[2] باشد بقدر وسعت وقت یک دو سوره با ترجمهٔ آن بترتیل و تبیین و وقوف بر کلام تام بخواند تا همه بشنوند و بمعانی آن محظوظ شوند و تشبهی پیدا کرده باشند باصحابهٔ کرام که بهمین دستور حلقه حلقه می نشستند و قاری ایشان قرارت میکرد این قدر فرق است که صحابهٔ کرام بسلیقهٔ خود زبان عربی فهم میکردند و این جماعه بتوسط ترجمهٔ فارسیه ـ و چنانکه یاران سعادتمند مثنوی مولانای جلال الدین و گلستان شیخ سعدی و منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار و قصص فارابی و نفحات مولانا عبد الرحمن جامی و امثال آن نقل مجلس دارند ـ چه باشد اگر این ترجمه را بهمان اسلوب درمیان آرند و حصه از شغل خاطر بادراک آن گمارند ـ اگر[3] آن شغل با کلام اولیاء الله است این شغل کلام الله است و اگر آن مواعظ حکیمان است این مواعظ احکم الحاکمین است و اگر آن مکتوبات عزیزان است این مکتوبات رب العزت است ـ شَتَّانَ بَيْنَ المَرْتَبَتَيْن اگر انصاف دهی فائدهٔ اصلی از نزول قرآن اتعاظ[4] است بمواعظ آن و اهتدا[5] است بهدایت آن نه صرف[6] تلفظ بآن اگرچه تلفظ آن هم مغتنم است[7] ـ پس چه مسلمانی بدست آورده است کسیکه مدلول قرآن را نفهمد و کدام علاقه دارد آنکه مدلول کلام الله نداند و آنانکه بر لغت عربیه اطلاعی تمام دارند و تفاسیر را بر استادان گذرانیده اند حاجت خواندن این ترجمه ندارند لیکن امیدواری از فضل حضرت باری آنست که این جماعه نیز اگر درین کتاب نظر کنند تحت لفظ قرآن پیش ایشان روشن تر شود و بر مختارات از نحو و شرح غریب و غیر آن اطلاع یابند و بسا فائده که پیش از مطالعهٔ آن نشنیده و ندیده باشند بتازگی استفاده نمایند ـ و این ترجمه بنابر شفقت بر جمهور خلق الله مؤلف شده که ایشان[8] استقصار وجوه اعراب و استیفار توجیهات کلام را و استیعاب قصص را احتمال ندارند و اگر تحصیل علوم آلیه تکلیف داده شود معلوم نیست که آن صورت متحقق شود یا نه و بعد تحقق[9] آن صورت ممکن که داعیهٔ تعمق در ان علوم پیدا شود و تمام[10] عمر درین داعیه صرف گردد چنانکه اکثر اهل علوم آلیه را می بینیم[11] ـ هیچ بهتر از ان نیست که درجهٔ ادنی از علم تفسیر در اول عمر اکتساب کرده شود تا اگر علوم آلیه بدست آید این نیز ممد و مؤید در اتمام مقصد دلی بود و اگر بدست نیاید حصه از مقصود بدست آورده باشد و خسارت محض نیافته باشد[12] ؎

صنما رهٔ قلندر سزد ار بمن نمائی — که دراز و دور دیدم ره و رسم پارسائی

و طریق و تحریر درین کتاب آنست که هر آیتی را جدا نوشته شد مقرون بترجمهٔ آن و در ترجمهٔ آن لسان متعارف و روزمرهٔ متداول اختیار نموده آمد ـ و هرچه زیاده از تحت اللفظ است[13] اگر یک دو کلمه است بلفظ یعنی یا مثل آن متمیز ساخته شد و اگر کلامی است مستقل اول آن بلفظ "مترجم گوید" و آخر آن بلفظ و الله اعلم معلم کرده شد و مهما امکن در قصص متعلقهٔ قرآن اکتفا بیک دو فقره لازم دیده شد و در اسباب نزول از قصص مطوله نکتهٔ انتزاع[14] نموده شد تا امکان رعایت سیاق آیات ضروری دانسته آمد و استمداد این کتاب در آنچه متعلق بنقل است از اصح تفاسیر محدثین که تفسیر بخاری و ترمذی و حاکم است کرده شد و تا امکان از اخبار ضعیفه و موضوعه احتراز نموده شد و قصص اسرائیلیه را که از علمای اهل کتاب منقول است نه از حدیث خیر البشر علیه و علی آله الصلوات[15] و التسلیمات داخل کرده نشد ـ الا در جائیکه کشف معنی بغیر ایراد آن نمیشود و الضرورات تبیح[16] المحظورات ـ و این ترجمه ممتاز است از ترجمهاے دیگر بچند وجه

یکی[17] آنکه نظم قرآن را بمثل مقدار آن از فارسی متعارف ترجمه کرده شد باظهار مراد و لطافت تعبیر و از انچه در ترجمهاے دیگر یافته می شود از اطناب عبارت ترجمه و رکاکت تعبیر و ابهام مراد بقدر امکان احتراز نموده شد ـ

دیگر[18] آنکه سائر تراجم از دو حالت خالی نیست ـ یا ترک کرده اند قصص متعلقه بقرآن مطلقا یا استیفار جمیع آن نموده اند و درین ترجمه راه متوسط اختیار نموده شد پس جائیکه معنی آیه موقوف است بر قصه بقدر ضرورت دو سه کلمه از ان انتخاب کرده آورده شد و جائیکه معنی آیه موقوف بر قصه نبود ترک نموده آمد

سیوم[19] آنکه از توجیهات متنوعه توجیه اقوی باعتبار عربیت و اوضح باعتبار علم حدیث و علم فقه و اقل در صرف از ظاهر اختیار نموده شد و کسیکه تفسیر وجیز و تفسیر جلالین که بمنزلهٔ اصل این ترجمه اند و سائر تفاسیر مطالعه کند درین حرف شک ندارد

چهارم آنکه این ترجمه بوجهی واقع شده است که شناسندهٔ[20] نحو از ان اعراب قرآن و تعیین[21] محذوف و مرجع ضمیر و محل لفظیکه در عبارت مقدم و مؤخر کرده شده است میتواند[22] دانست و آنکه شناسندهٔ نحو نیست از اصل غرض محروم نماند

پنجم آنکه ترجمهاے قدیم خالی از دو حالت نیستند یا ترجمه تحت اللفظی باشد یا ترجمه حاصل المعنی و در هر یکی وجوه خلل بسیار در می آید و این ترجمه جامع است در هر دو طریق و هر خللی را از ان خللها علاجی مقرر کرده شد و این سخن دراز است و در رساله قواعد ترجمه بیان کرده ایم

و آنکه گفتیم که این ترجمه مشعر است بوجوه اعراب کلمهٔ ایست مجمله بسطی می طلبد اندکی خاطر را بآن متوجه باید ساخت ـ لفظ "است" علامت ربطی است که درمیان حاشیتین جمله اسمیه و ظرفیه باشد زید قائم است ـ زید کجا است و علامت اسناد فعل بفاعل تقدیم فاعل و متصل آوردن فعل ـ زید استاد ـ و عند الضرورة استاد زید نیز میتوان گفت ـ و مفعول به نائب مناب فاعل باشد یا نه بحرف

[1] در هاشمیه "اراجیف" که ظاهر الخطا است ۱۲ [2] در هاشمیه "بود" ۱۲ [3] در اسلامیه "و اگر" ۱۲ [4] در هاشمیه "الفاظ" که صریح البطلان است و تحریف ناسخ می نماید ۱۲ [5] در هاشمیه "و آن اهتدا است" که خطا است ۱۲ [6] در هاشمیه "حرف" و آن تحریف است ۱۲ [7] در هاشمیه کلمهٔ "است" متروک است ۱۲ [8] از هاشمیه کلمهٔ "که" ساقط است ۱۲ [9] در اسلامیه "تحقیق" بروزن تفعیل است ۱۲ [10] از هاشمیه "و" ساقط شده ۱۲ ـ
[11] در اسلامیه "می بینیم" ۱۲ [12] از اسلامیه "باشد" ساقط است ۱۲ [13] در اسلامیه "نکته بر آورده انتزاع نموده شد" ۱۲ [14] در هاشمیه "الصلوة" ۱۲ [15] در هاشمیه "تبیح" است و آن از تصحیف ناسخ است ۱۲ [16] در اسلامیه "سوئم" ۱۲ [17] در اسلامیه "شناسندگان" ۱۲ [18] در اسلامیه "تعیین" ۱۲ [19] در اسلامیه "میتوانند" ۱۲

را مفقود میشود۔ زدم زید را وزده شد زید را ونیز بنوعی از تسامح میتواں گفت، زید زده شد و اگر قرینه قائم باشد حذف "را" جائز است۔ ومفعول مطلق اگر برائے عدد باشد به یکبار کردن و دوبار کردن میتواں تقریر کرد۔ و اگر برائے نوع باشد بیک نوع کردن و یک طور کردن۔ و اگر غیر مصدر را بجائے مصدر قائم کرده باشند گویند ضَرَبْتُ سَوْطًا زدم یک چابک۔ و اگر از غیر لفظ فعل باشد قَعَدْتُ جُلُوْسًا نشستم بطریق نشستن و گفتم قولاً ... "سردّا" خواندم بطریق پے در پے خواندن۔ و اگر برائے مجرد تاکید باشد یا از قبیل سُبْحَانَ اللهِ و وَعْدَ اللهِ از قبیل اختلافِ نعیین است بدون تکلف وارجاع بحرف دیگر میسر نشود۔ و اگر مفعول له بمعنی غرض باشد بلفظ "برائے" یا بلفظ "تا" ونصویر مصدر بصورت جمله ضَرَبْتُهُ تَادِيْبًا زدمش برائے ادب دادن یا تا ادب دہم و اگر بمعنی حامل باشد بلفظ "بعلت" و"بحکم" و "بتقتضی" وامثال آں قَعَدَ جُبْنًا نشست بعلت نامردی و اگر بمعنی احتراز باشد بلفظ "برائے احتراز" و "برائے احتیاط" وامثال آں ضَرَبْتُهُ اَنْ يَّقُوْلَ النَّاسُ مَاضَرَبَهُ زدمش برائے اجتناب از آنکه گویند نزدمش۔ ومفعول فیه بلفظ "در" مکان باشد یا "زمان" ومفعول معه بلفظ "با" اِسْتَوَى الْمَاءُ وَالْخَشَبَةَ برابر شد آب با چوب۔

وحال اگر کلمه مفرد باشد باشتقاق لفظی که موضوع برائے حال باشد جِئْتُ رَاكِبًا سواره آمدم و اگر جمله ملتمه از فعل ذی الحال باشد باتصال لفظ "کرده" و"کناں" ومثل آں جَاءَ زَيْدٌ مُتَبَخْتِرًا فِيْ مَشْيِهِ زید آمد تبختر کناں در رفتارِ خود۔ و اگر بجمله ملتمه از فعل غیر ذی الحال باشد لاچار لفظ "حالانکه" زیاده کرده شود۔ هر چند در اصل لغت فارسیه نیست۔ حال در زبان عربی بمعانی شتّی آید۔ گاہے مؤکد باشد جَاءَنِیْ اَبُوْكَ عَطُوْفًا و گاہی بمعنی تَهَيُّأً فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۔ و گاہی بمعنی قصد آید جِئْتُ اَشْكُوْ اِلَيْهِ ودر فارسی ایں معانی مستعمل نیست وتمیز اگر از عددی یا وزنے یا پیمانه یا مساحتے باشد بصیغه تمیز با باضافت یا لفظ "از" بیان کرده شد بیست مرد۔ یک رطل گندم۔ یک صاع از جو۔ و اگر از اسم اشاره باشد بلفظ صیغه مَاذَا اَرَادَ اللهُ بِهٰذَا مَثَلًا چه چیز اراده کرده است خدای بایں مثل۔ و اگر از نسبت باشد بتحویل فاعل یا مفعول کرده شد یا "از روئے" و"از جهت" و"باعتبار" فزوده آمد زَيْدٌ حَسَنٌ دَارًا زید نیک است از روئے خانه و باعتبار خانه۔ و گاہی در فارسی مضمون تمیز را بنوعی از تصرف که دو کلمه را یک ساختن است ادا کرده شود ضَاقَ قَلْبًا تنگدل شد هُوَ قَاسٍ قَلْبًا وی سخت دل است

و گاہی در عربی مفعول بغیر توسط حرف جر باشد و در فارسی ایراد حرف جر لازم باشد فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللهُ۔ کفایت خواهد کرد ترا خدا از شر ایشاں ومثل قَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَدًا گفتند فرزند گرفت خدا ومثل اَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا درہم دادم زید را ومثل كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا زید استاده بود و زید استاده است جَعَلْتُ زَيْدًا عَبْدِيْ زید را بنده خود ساختم دریں صور تنها تقدیم وتاخیر را بر خود ہموار باید ساخت۔ و گاہی جمله را که بتاویل مصدر ساخته باشند بمصدر مفرد تقریر تواں کرد و مصدر مفرد را بجمله مصدّره بانِ مصدریه تعبیر تواں نمود۔ ہمچنیں موصول باصلۂ خود بکلمه مفرده و بالعکس وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ گفت آں مسلمان وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مسلماناں اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اہل کتاب وایں دراں صورت است که معنی واضح باشد ومثل قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ هر آئینه رستگار شد آں مسلماناں که ایشاں در نماز خویش خشوع کنندگان اند یعنی اگر موصول صفتِ اسمے واقع شده تقدیم لفظ آں برائے موصوف کرده شد وعلامت تخصیصے که از تقدم معمول مستفاد می شود در فارسی نیز تقدیم آنست۔

کُمْ وهُمْ وهُوَ و اِيَّاهُ در بعض مواضع به "خود" تعبیر کرده می شود و در فارسی میتواں گفت شما راست گوئید یا ایشاں اند راست گو۔ احتیاج آں نیست که گویند۔ ایشاں اند راست گویاں۔ و اگر مظهر را موضعِ مضمر وضع کرده باشند لفظ "آں" زائد کرده شد تا مربوط باشد۔ و در فارسی علامت جمع بفعل ملحق کنند بر چند فاعل مظهر باشد فَاَمَّا هُوَ لَآءِ الینا دند ایشاں "واو" و"فا" بسیار است که زائد باشد و بسیار است که در فارسیه معنیٔ آں ربط بغیر ذکر عطف وتعقیب درست شود۔ پس اگر ترک آں لفظ دریں صورت در ترجمه لازم مے آید ترک کرده شد۔

وبالجمله دقائق فن ترجمه بسیار است ومقصود از ایں جا بیان انموذجی است چوں ایں فقیر خوض در ترجمه بدون معاونت کسے وبدون رجوع بکتابے کرده است و در اوقات مختلفه باوجود اشتغال بال بسائر علوم محرر نموده احتمال دارد که در بعض مواضع وفا بایں التزامات متحقق نشده باشد۔ یاران سعادتمند که آں قواعد را مستحضر داشته باشند بحکم اخوّتِ دینی نصیحت را منظور نظر دارند و در اصلاح کوشند۔

ووصیّتِ ایں فقیر

بکاتبان ایں ترجمه آنست که عبارت قرآن را بخطِّ جلی واعراب وحُمره از ترجمه متمیز سازند و احتیاط کنند که در الفاظ ترجمه تحریفے راه نیابد و در مواضع اشتباه کلام تام را بنقطه حمره از مابعد جدا نمایند وترکیب اضافی وتوصیفی را بکسر مضاف وموصوف معلّم سازند تا بر مبتدیاں روشن تر شود۔ و اگر در ترجمه لفظی که بنسبت مبتدیاں غریب می نماید یا تقریرے که بر اذہان صبیان صعوبتے می نهد یافته شود، یاران سعادتمند بر حاشیه کتاب معنیٔ آں نویسند تا بہیچ فردے مشکل نشود اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

اسناد

قال العبد الضعیف ولی الله بن عبد الرحیم عفی عنه قرأت القرآن کله من اوله الی آخره بروایة حفص عن عاصم علی الصالح الثقة حاجی محمد فاضل السندی ره قال تلوته من اوله الی آخره بروایة حفص علی الشیخ عبد الخالق المتوفی شیخ القراء بمحروسة دهلی قال قرأت القرآن کله بالقراءات السبع علی الشیخ البقری والبقری تلابها علی شیخ القراء بزمانه الشیخ عبد الرحمن الیمنی وقرأ الیمنی بها علی والده الشیخ سجادة الیمنی وعلی الشهاب احمد بن عبد الحق السنباطی بتلاوته کذلک علی الشیخ سجادة المذکور وقرأ الشیخ السجادة کذلک علی الشیخ ابی نصر الطبلاوی وقرأ الطبلاوی کذلک علی شیخ الاسلام زکریا بتلاوته علی برهان القلقلی والرضوان ابی نعیم العقبی وقرأ کل منهما علی امام القراء والمحدثین محرر الروایات والطرق ابی الخیر محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری صاحب کتاب النشر وله طرق کثیرة جدا ذکرها فی النشر۔ منها سلسلة مختصة بتسلسل

ل در هاشیه "مصدره" زیادت "ه" از تصرف کاتب است ۱۲ ۲ "و" از هاشیه ساقط است ۱۲ ۳ در هاشیه "باتصال" ۱۲ ۴ در هاشیه "متبختر" ۱۲ ۵ یعنی بصیغه تمیز و در هاشیه بجائے صیغه لفظ "صفت" واقع است ۱۲ ۶ در هاشیه اسلامیه "فاسی" واقع است واں خلاف صواب ست ۱۲ ۷ در هاشیه لفظ "خدا" غیر مذکور است ۱۲ ۸ کذا فی النسختین والظاهر ان سنة الوفاة سقطت منهما والله اعلم ... ۹ فی الاسلامیة "بالقراءة السبعة" وهو غلط ۱۲ ۱۰ در هاشیه "ابو النصر" بالف ولام واقع است ۱۲ ۱۱ فی النسختین "قلقیلی" بزیادة الیاء بعد القاف الثانیة والصحیح بدونها ۱۲ - ۱۲

التلاوة والقرآء الضابطين من جهة صاحب لتيسير فلنقتصر ههُنا على تلك السلسلة. قال الجزری قرأت التيسير وقرأت به القرآن كله من اوله الى آخره على شيخى الامام الصالح العالم قاضى المسلمين ابى العباس احمد بن الشيخ الامام ابى عبد الله الحسين بن سليمان بن فزارة الحنفى بدمشق المحروسة رحمه الله وقال لى قرأته وقرأت به القرآن العظيم على والدى واخبرنى انه قرأه وقرأ به القرآن العظيم على الشيخ الامام ابى محمد القاسم بن احمد بن الموفق اللورقى قال قرأته وقرأت به على المشائخ الائمة المقرئين ابى العباس احمد بن على بن يحيى بن عون الله الحصار وابى عبد الله بن محمد بن سعيد بن محمد المرادى وابى عبد الله محمد بن ايوب بن محمد بن نوح الغافقى الاندلسيين قال كلهم قرأته وقرأت به على الشيخ الامام ابى الحسن على بن محمد بن هذيل البلنسى قال قرأته وتلوت به على ابى داؤد سليمان بن نجاح قال قرأته وتلوت به على مؤلفه الامام ابى عمرو الدانى. قال الجزرى وهذا اعلى اسناد يوجد اليوم فى الدنيا متصلا واختصر هذا الاسناد بتسلسل التلاوة والقرآءة والسماع منى الى المؤلف كلهم علماء ائمة ضابطون. قال الدانى فى كتاب لتيسير قرأت القرآن كله برواية حفص على ابى الحسن طاهر بن غلبون المقرئ قال قرأت بها على ابى الحسن على بن محمد بن صالح الهاشمى الضرير المقرى بالبصرة. قال قرأت بها على ابى العباس احمد بن سهل الاشنانى قال قرأت بها على ابى محمد عبيد بن الصباح. قال قرأت على حفص قال قرأت على عاصم. قال الدانى واخذ عاصم القرآن عن ابى عبد الرحمن عبيد بن حبيب السلمى وعن زر بن حبيش اما ابو عبد الرحمن فعن عثمان بن عفان وعلى بن ابى طالب وابى بن كعب وزيد بن ثابت وعبد الله بن مسعود عن النبى صلے الله عليه وآله وسلم وَ اخذ زرٌ عن عثمان بن عفان وابن مسعود عن النبى صلے الله عليه وآله وسلم (اعوذ بالله من الشيطان الرجيم مى پناہم بخدا از شيطان رانده شده)

(الحمد لله والشكر له كه ديباچهٔ فتح الرحمن از امام ولى الله بن عبد الرحيم دہلوى قدس سره بتصحيح ونخرئه حقير وفقير سجاد بخارى باتمام رسيد. اين نسخهٔ صحيحه از مقابلهٔ دو نسخهٔ قديمه بظهور آمد يكى آنكه در صدرِ قرآن مجيد ہمراه ارداحِ ثلثه در مطبعِ اسلامى واقع ببلدهٔ مدراس بتصحيح مولوى حافظ محمد عثمان ومولوى حاجى محمد نظام الدين وحاجى سيد عبد القادر قادرى المعروف به قادر بادشاه بحليهٔ طباعت آراسته شد آغاز طباعت روز يكشنبه دوم ماه شوال سنه يكہزار و دو ويست وشصت ونه ۱۲۶۹ واختتام در بست ودوم ماه جمادى الاولى سنه ہفتاد وسه ۱۲۷۳ بعد يكہزار و دو ويست از ہجرت نبويه على صاحبها الصلوٰة والتحيه دوم آنكه ہمراهِ قرآن مجيد مترجم بدو ترجمه باہتمام محمد ہاشم در مطبع ہاشمى در سنه ہشتاد و پنجم بعد يكہزار و دو ويست ۱۲۸۵ از ہجرت خير البريه عليه الصلوٰة والتحيه بزيورِ طباعت متحلى گشت. در حواشى اول به "اسلاميه" وثانى به "ہاشميه" ياد كرده شد فالحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفىٰ)

---

۱ در ہاشميه "قرائته" وآن خلافِ صواب است ۱۲. ۲ در اسلاميه "احمد الموفق" واقع است. بسقوط لفظ "بن" وصحيح باثبات اوست ۱۲. ۳ فى كلتا النسختين "اللورقى" والصحيح الورقى ولعراقى". ۴ فى الاسلامية "وبذا على" بالف واحدة وهو من غلط الكاتب ۱۲. ۵ در اسلاميه بظاء معجمه و يا مثناة تحتيه واقع است كه خلاف صواب است ۱۲. ۶ ما بين القوسين از اسلاميه ساقط است ۱۲.